ماہنامہ

اشراق

لاہور

مئی ۲۰۱۷ء

زیر سرپرستی

جاوید احمد غامدی

''شرک، کفر اور ارتداد یقیناً سنگین جرائم ہیں، لیکن اِن کی سزا کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو نہیں دے سکتا۔ یہ خدا کا حق ہے۔ قیامت میں بھی اِن کی سزا وہی دے گا اور دنیا میں بھی، اگر کبھی چاہے تو وہی دیتا ہے۔...اس کا عام انسانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم جس طرح کسی غریب کی مدد کے لیے اُس کی اجازت کے بغیر اُس کی کشتی میں شگاف نہیں ڈال سکتے، کسی بچے کو والدین کا نافرمان دیکھ کر اُس کو قتل نہیں کر سکتے، اپنے کسی خواب کی بنیاد پر ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنے بیٹے کے گلے پر چھری نہیں رکھ سکتے، اُسی طرح کسی شخص کو اُس کے شرک، کفر یا ارتداد کی سزا بھی نہیں دے سکتے، اِلّا یہ کہ وحی آئے اور خدا اپنے کسی رسول کے ذریعے سے براہ راست اِس کا حکم دے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اِس کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے۔''

—— شذرات

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

المورد

المورد

ادارۂ علم و تحقیق

المورد ملت اسلامیہ کی عظیم علمی روایات کا امین ایک منفرد ادارہ ہے۔ پندرھویں صدی ہجری کی ابتدا میں* یہ ادارہ اِس احساس کی بنا پر قائم کیا گیا ہے کہ تفقہ فی الدین کا عمل ملت میں صحیح نہج پر قائم نہیں رہا۔ فرقہ دارانہ تعصّبات اور سیاست کی حریفانہ کشمکش سے الگ رہ کر خالص قرآن وسنت کی بنیاد پر دین حق کی دعوت مسلمانوں کے لیے اجنبی ہو چکی ہے۔ قرآن مجید جو اِس دین کی بنیاد ہے، محض حفظ و تلاوت کی چیز بن کر رہ گیا ہے۔ دینی مدرسوں میں وہ علوم مقصود بالذات بن گئے ہیں جو زیادہ سے زیادہ قرآن مجید تک پہنچنے کا وسیلہ ہو سکتے تھے۔ حدیث، قرآن و سنت میں اپنی اساسات سے بے تعلق کر دی گئی ہے اور سارا زور کسی خاص مکتب فکر کے اصول و فروع اور دوسروں کے مقابلے میں اُن کی برتری ثابت کرنے پر ہے۔

المورد کے نام سے یہ ادارہ اِس صورت حال کی اصلاح کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ چنانچہ اِس ادارے کا بنیادی مقصد دین کے صحیح فکر کی تحقیق و تنقید، تمام ممکن ذرائع سے وسیع پیمانے پر اُس کی نشر و اشاعت اور اُس کے مطابق لوگوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ہے۔

اِس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جو طریق کار اختیار کیا گیا ہے، اُس کے اہم نکات یہ ہیں:

۱۔ عالمی سطح پر تذکیر بالقرآن کا اہتمام کیا جائے۔

۲۔ قرآن و سنت کے مطابق خدا کی شریعت اور ایمان و اخلاق کی تعلیم دی جائے۔

۳۔ دین کے صحیح الفکر علما اور محققین کو فیلو کی حیثیت سے ادارے کے ساتھ متعلق کیا جائے اور اُن کے علمی، تحقیقی اور دعوتی کاموں کے لیے اُنھیں ضروری سہولتیں فراہم کی جائیں۔

۴۔ لوگوں کو آمادہ کیا جائے کہ جہاں جہاں ممکن ہے:

ا۔ اسلامی علوم کی ایسی درس گاہیں قائم کریں جن کا مقصد دین کے صحیح الفکر علما اور محققین تیار کرنا ہو۔

ب۔ ایف اے، ایف ایس سی اور اے لیول تک نہایت اعلیٰ معیار کے اسکول قائم کریں جن میں تعلیم و تعلم کے ساتھ طالب علموں کی تخلیقی صلاحیتوں کی نشوونما اور اُن کی دینی اور تہذیبی تربیت بھی پیش نظر ہو۔

ج۔ عام اسکولوں کے طلبہ کی دینی تعلیم کے لیے ایسے ہفتہ وار مدارس قائم کریں جن میں قرآن کی دعوت خود قرآن ہی کے ذریعے سے طالب علموں کے ذہن میں اِس طرح راسخ کر دی جائے کہ بعد کے زمانوں میں وہ پورے شرح صدر کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہ سکیں۔

د۔ ایسی خانقاہیں قائم کریں جہاں لوگ وقتاً فوقتاً اپنے دنیوی معمولات کو چھوڑ کر آئیں، علما و صالحین کی صحبت سے مستفید ہوں، اُن سے دین سیکھیں اور چند روز کے لیے یک سوئی کے ساتھ ذکر و عبادت میں مشغول رہ کر اپنے لیے پاکیزگی قلب و نظر کا اہتمام کریں۔

---

* شعبان ۱۴۰۳ھ بمطابق جون ۱۹۸۳ء۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ماہنامہ

اشراق

لاہور

جلد۲۹ شمارہ۵ مئی ۲۰۱۷ء شعبان المعظم/ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

زیر سرپرستی

جاوید احمد غامدی

مدیر

سید منظور الحسن

فی شمارہ 30روپے

سالانہ 300روپے

رجسٹرڈ 700روپے

(زرتعاون بذریعہ منی آرڈر)

بیرون ملک

سالانہ 30ڈالر

فہرست

شذرات		
جوابی بیانیہ: مولانا مفتی منیب الرحمٰن کے تاثرات کا جائزہ	سید منظور الحسن	۴
قرآنیات		
البیان: الکہف ۱۸: ۱-۸ (۱)	جاوید احمد غامدی	۱۸
معارف نبوی		
دوزخ کے اعمال (۲)	جاوید احمد غامدی/ محمد حسن الیاس	۲۲
لباس کی متکبرانہ وضع	جاوید احمد غامدی/ محمد عامر گزدر	۳۰
سیر و سوانح		
حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ (۱)	محمد وسیم اختر مفتی	۵۶
مقالات		
قانونِ اتمامِ حجت اور اس کے اطلاقات نمایاں اعتراضات کا جائزہ (۱)	ڈاکٹر عرفان شہزاد	۶۴
نقطۂ نظر		
مذہبی انتہا پسندی کا بیانیہ	خورشید احمد ندیم	۷۵
جوابی بیانیہ اور قومی بیانیہ — ایک تقابلی جائزہ	عدنان اعجاز	۷۸
ادبیات		
غزل	جاوید احمد غامدی	۹۰

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

Post Box 5185, Lahore, Pakistan.
www.ghamidi.net, www.javedahmadghamidi.com
https://www.facebook.com/javedahmadghamidi
http://www.javedahmadghamidi.com/index.php/ishraq

سید منظور الحسن

جوابی بیانیہ: مولانا مفتی منیب الرحمٰن کے تاثرات کا جائزہ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

جناب جاوید احمد غامدی گذشتہ بیس پچیس سالوں سے اِس بات پر زور دے رہے ہیں کہ مذہبی انتہا پسندی کا اصل سبب وہ فکر ہے جو ہمارے مدارس میں پڑھایا جاتا ہے اور جسے انتہا پسند مذہبی جماعتیں اپنے اقدامات کی بنیاد بناتی ہیں۔ اُن کے نزدیک یہ فکر سیاست، دعوت اور جہاد کے حوالے سے قرآن و حدیث کی بعض غلط تعبیرات کا نتیجہ ہے، لہٰذا جب تک اِس کی غلطی واضح نہیں ہو جاتی اور اِس کے مقابل میں اسلام کے صحیح فکر کو پیش نہیں کر دیا جاتا، انتہا پسندی سے چھٹکارا پانا ممکن نہیں ہے۔ اپنے فہم کے مطابق دین کے صحیح فکر کو اُنھوں نے اپنی کتاب ''میزان'' میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ''اسلام اور ریاست — ایک جوابی بیانیہ'' اُسی کے بعض مباحث کا خلاصہ ہے۔ اِس میں اُنھوں نے دعوت، جہاد، تکفیر، ارتداد اور نفاذ شریعت جیسے مذہبی اور ریاست، قومیت، جمہوریت اور شہریت جیسے سیاسی موضوعات کے حوالے سے رائج مذہبی بیانیے کے مقابل میں ایک جوابی بیانیہ (counter narrative) پیش کیا ہے۔

دو سال قبل جب یہ مضمون اخبارات و جرائد میں شائع ہوا تو مفتی تقی عثمانی، مفتی منیب الرحمٰن، مولانا زاہد الراشدی، مولانا حنیف جالندھری اور علامہ ابتسام الٰہی ظہیر جیسے ممتاز علماے کرام نے اِس کے بعض نکات پر تنقیدی مضامین تحریر کیے۔ غامدی صاحب نے اِن تنقیدوں کے جواب میں چند توضیحی مضمون لکھ کر اپنے موقف کی وضاحت کی۔ دو مختلف نقطہ ہاے نظر کے یہ مضامین ملک کے مذہبی، سیاسی اور صحافتی حلقوں میں کچھ عرصہ تک زیر بحث رہے اور بالآخر تاریخ کے اوراق کا حصہ بن گئے۔

گذشتہ دنوں جب اِس مکالمے کی بازگشت اقتدار کے ایوانوں سے بلند ہوئی اور وزیراعظم پاکستان نے ایک متبادل بیانیے کی ضرورت کا اظہار کیا تو ایک مرتبہ پھر یہ موضوع اہمیت اختیار کر گیا۔ اِسی ضمن میں ایک ٹی وی پروگرام میں بذریعہ فون مولانا مفتی منیب الرحمٰن اور جناب جاوید احمد غامدی سے یہ استفسار کیا گیا کہ انتہا پسندی سے نجات کے لیے متبادل بیانیہ تشکیل دینا ریاست کی ذمہ داری ہے یا علما کی اور ریاست پاکستان کو اِس معاملے میں کیا اقدامات کرنے چاہییں؟ اِس کے جواب میں دونوں حضرات نے مختصر طور پر اپنے اپنے موقف کا اظہار کیا۔ غامدی صاحب نے کہا کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جن بنیادی تصورات پر ہمارا مذہبی فکر کھڑا ہے، اُنھیں کوئی موضوع بحث بنانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ مثلاً یہ کہ کیا پاکستان ایک قومی ریاست ہے اور قومی ریاست اسلام کی رو سے جائز ہے؟ کیا مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دنیا میں خلافت کے نام سے ایک ہی حکومت قائم کریں؟ کیا مسلمانوں کو شرک اور کفر کو دنیا سے مٹانے پر مامور کیا گیا ہے؟ مسلمانوں کا غیر مسلموں کے ساتھ کیا معاملہ ہے، اُن کے ساتھ مل جل کر رہنا ہے یا برسر جنگ ہو کر رہنا ہے؟ لوگوں پر دین کے نفاذ کا کیا مطلب ہے، کیا اِس کا یہ مطلب ہے کہ تمام اخلاقی معاملات میں دین کے احکام کو ریاست کی طاقت سے لوگوں پر لاگو کر دیا جائے؟ یہ وہ سوال ہیں جن کا جواب ملنا ضروری ہے۔ فکری سطح پر تو اِن کا جواب علما ہی کو دینا چاہیے، لیکن اگر وہ نہ دیں تو پھر یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ آگے بڑھے اور اِس معاملے میں اپنا نقطۂ نظر واضح کرے۔ اِس کے علاوہ اُنھوں نے ریاستی سطح پر دو اقدامات کو ضروری قرار دیا: ایک یہ کہ تمام بچوں کے لیے ابتدائی ۱۲ سال کی تعلیم عمومی (general) اور وسیع بنیاد (broad based) ہونی چاہیے اور دوسرے یہ کہ جامع مسجد کا انتظام ریاست کے کنٹرول میں ہونا چاہیے۔ اُنھوں نے کہا کہ جو ریاست یہ دو نسبتاً آسان کام کرنے کی ہمت نہیں کر سکی، اُس سے یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ متبادل بیانیہ پیش کرے اور لوگوں کو یہ بتائے کہ قومی ریاست قائم کرنا جائز ہے اور شرک، کفر اور ارتداد کے خلاف جنگ و جدال اسلام کا مطالبہ نہیں ہے!

جناب جاوید احمد غامدی کی یہ وہ گفتگو ہے جس کے بعض اجزا کو مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے اپنے کالم کا موضوع بنایا ہے اور ''علامہ جاوید احمد غامدی کا بیانیہ'' کے زیر عنوان دو اقساط پر مشتمل ایک تنقیدی مضمون تحریر کیا ہے۔ مولانا کا یہ مضمون ایک الزامی جواب ہے جس میں غامدی صاحب کے تجزیے، موقف اور استدلال پر اصولی بحث کے بجائے متعلق اور غیر متعلق واقعاتی شواہد پیش کرنے پر اکتفا کی گئی ہے اور بعض ایسے نتائج اخذ کیے گئے ہیں جو غامدی صاحب کے موقف کے بالکل برعکس ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص اِس مضمون کو غامدی صاحب کی گفتگو اور تحریر کے تناظر میں پڑھے تو وہ بادی النظر میں اِس تاثر کا شکار ہو جاتا ہے کہ مفتی صاحب نے غامدی صاحب کے موقف کو

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

پڑھے، سنے اور سمجھے بغیر ہی اِس پر تبصرہ ارشاد فرما دیا ہے۔

مفتی صاحب نے غامدی صاحب کی چار باتوں کو موضوع تنقید بنایا ہے: ایک یہ کہ پاکستان کوئی مذہبی ریاست نہیں، بلکہ ایک قومی ریاست ہے، دوسرے یہ کہ خلافت کے نام سے مسلمانوں کی ایک حکومت کا قیام کوئی دینی ذمہ داری نہیں ہے، تیسرے یہ کہ دینی تعلیم کے مدارس میں بچوں کو اس وقت داخل کرنا چاہیے جب وہ ۱۲ سال کی عمومی تعلیم حاصل کر چکے ہوں اور چوتھے یہ کہ پاکستان کی جامع مساجد ریاست کے کنٹرول میں ہونی چاہییں۔

آیئے اِن چاروں نکات کے بارے میں غامدی صاحب کے موقف اور اُس پر مفتی صاحب کی تنقید کا جائزہ لیتے ہیں۔

قومی ریاست کے حوالے سے غامدی صاحب نے اپنی گفتگو میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا پاکستان ایک قومی ریاست ہے اور کیا قومی ریاست اسلام کی رو سے جائز ہے اور اِس حوالے سے اپنے جوابی بیانیے میں لکھا ہے:

''اسلام کی دعوت اصلاً فرد کے لیے ہے۔ وہ اُسی کے دل و دماغ پر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔ اُس نے جو احکام معاشرے کو دیے ہیں، اُس کے مخاطب بھی درحقیقت وہ افراد ہیں جو مسلمانوں کے معاشرے میں ارباب حل و عقد کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری پوری کر رہے ہوں۔ لہٰذا یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ ریاست کا بھی کوئی مذہب ہوتا ہے اور اُس کو بھی کسی قرارداد مقاصد کے ذریعے سے مسلمان کرنے اور آئینی طور پر اِس کا پابند بنانے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اُس میں کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔'' (مقامات ۱۹۶)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مفتی منیب الرحمٰن صاحب کو اگر اِس موقف پر تنقید مقصود تھی تو اُنھیں بس اِس ایک بات کو قرآن و سنت سے ثابت کرنا تھا کہ اسلام کی رو سے جس طرح فرد کا مذہب ہوتا ہے، اُسی طرح ریاست کا بھی مذہب ہوتا ہے۔ وہ اگر یہ ثابت کر دیتے تو غامدی صاحب کے موقف کی اساس ہی ختم ہو جاتی، مگر اُنھوں نے اِس کے بجائے تحریک پاکستان کے بعض شواہد اور دستور پاکستان کی بعض شقوں کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ اُن کے جملے ملاحظہ کیجیے:

''ہند کی تقسیم کا مطالبہ مسلمانوں نے جداگانہ مسلم قومیت کی بنیاد پر کیا تھا، اگرچہ آج کل بعض دانش ور اسے متنازع بنا رہے ہیں۔ اِس لیے یہ حقیقت تھی یا فریب، بہرصورت نعرہ تو یہی لگایا گیا تھا: پاکستان کا مطلب کیا: ''لا الٰہ الا اللہ'' اور آج بھی مقبوضہ کشمیر میں تحریک حریت کشمیر کے رہنماؤں کو ہم نے ٹیلی ویژن پر بارہا یہ نعرہ لگاتے ہوئے سنا ہے: ''پاکستان سے رشتہ کیا: لا الٰہ الا اللہ''... تحریک آزادی کی آدرش اور ہمارے دستوری میثاق کی رو سے پاکستان ایک اسلامی جمہوری ریاست ہے... اگر علامہ جاوید غامدی دستور پاکستان کا مطالعہ فرمائیں، تو اس میں

ریاست کو قرآن وسنت کے مطابق قانون سازی کا پابند کیا گیا ہے۔ پس اگر کوئی سیاسی جماعت جمہوری طریقے سے نفاذ اسلام یا نفاذ شریعت کا مطالبہ کرتی ہے تو یہ دستور پاکستان کا تقاضا ہے۔‘‘

(روزنامہ دنیا، زاویہ نظر: علامہ جاوید احمد غامدی کا بیانیہ ۱۸ مارچ ۲۰۱۷ء)

یہ اصول کے مقابلے میں واقعے سے استدلال ہے جسے علمی لحاظ سے درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ ایک شخص کہے کہ امامت کا نظریہ قرآن وحدیث کے منافی ہے اور دوسرا اِس کے رد میں فقہ جعفریہ کی کتابوں سے حوالے پیش کر دے یا ایک مسلمان یہ دعویٰ کرے کہ غلامی خلاف اسلام ہے اور کوئی مستشرق اِس کی تردید میں خلافت راشدہ کے زمانے سے غلامی کے شواہد سامنے لے آئے۔ غامدی صاحب قرارداد مقاصد اور دستور پاکستان کی مذکورہ دفعات ہی پر تو تنقید کر رہے ہیں اور مولانا اُنھی کو بنیاد بنا کر اُن کی بات کو غلط ثابت کر رہے ہیں۔ غالباً یہی وہ اسلوب بحث ہے جسے منطق کی اصطلاح میں دوری استدلال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بر سبیل تنزل اگر اِن دلائل کو قبول بھی کر لیا جائے تب بھی دینی استدلال کی سیاسی استدلال سے تردید کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے جسے مولانا سمیت کوئی مسلمان بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ریاست پاکستان کے بارے میں غامدی صاحب کا موقف یہ ہے کہ یہ نہ اُس طرح کی مذہبی ریاست ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے جزیرہ نمائے عرب میں قائم کی تھی اور جس میں کسی غیر مسلم کو شہریت کا حق حاصل نہیں تھا اور نہ یہ کسی فرد یا گروہ کی مقبوضہ ریاست ہے جس میں بادشاہ یا حکمران کا مذہب ہی ریاست کا مذہب قرار پاتا ہے۔ اِس کا شمار جدید دور کی قومی ریاستوں میں ہوتا ہے جو بین الاقوامی معاہدوں کی بنا پر قائم ہوتی ہیں۔ اِن میں قومیت کی اساس رنگ ونسل یا نظریہ اور مذہب نہیں، بلکہ ملک ہوتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں رہنے والے مسلمان ہندوستانی کہلاتے ہیں اور شہریت کے معاملے میں ہندوؤں کے مساوی حقوق کے حامل ہوتے ہیں اور پاکستان میں رہنے والے ہندو پاکستانی کہلاتے ہیں اور ملک کے مسلمان باشندوں کی طرح اول درجے کے شہریوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ہندوستانی ہونے سے نہ اُن کے مسلمان ہونے پر حرف آتا ہے اور نہ پاکستانی ہونے سے اِن کے ہندو ہونے پر۔ اُن کے نزدیک یہی وہ حقیقت ہے جسے بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے پہلی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے اِن الفاظ میں بیان کیا تھا:

’’اب ہمیں اِس بات کو ایک نصب العین کے طور پر اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے اور پھر آپ دیکھیں گے کہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائے گا نہ ہندو ہندو رہے گا، نہ مسلمان مسلمان۔ مذہبی اعتبار سے نہیں، کیوں کہ یہ ذاتی عقائد کا معاملہ

ہے، بلکہ سیاسی اعتبار سے اور ایک مملکت کے شہری کی حیثیت سے۔'' (قائداعظم: تقاریر و بیانات ۳۵۹/۴)

اِس تفصیل سے واضح ہے کہ غامدی صاحب کے نزدیک مسلم تشخص اور پاکستانی تشخص نہ باہم مغائر ہیں اور نہ لازم و ملزوم۔ ایک مسلمان، مسلمان ہوتے ہوئے جس طرح عرب بھی ہو سکتا ہے اور امریکی، ایرانی اور افغانی بھی ہو سکتا ہے، اُسی طرح پاکستانی بھی ہو سکتا ہے، لیکن پاکستانی ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ لازماً مسلمان بھی ہو گا۔ پاکستان کے مسلمان مذہبی اعتبار سے تقسیم ہند سے پہلے بھی مسلمان تھے اور بعد میں بھی مسلمان رہے۔ تاہم، قومی اعتبار سے وہ پہلے ہندوستانی تھے اور بعد میں پاکستانی ہو گئے۔ چنانچہ غامدی صاحب کے موقف سے اِس طرح کا تاثر قائم کرنا صحیح نہیں ہے کہ وہ تحریک پاکستان کے تناظر میں دو قومی نظریے کو درست نہیں سمجھتے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے، وہ مذہبی تشخص کی بنیاد پر جداگانہ قومیت کے تصور اور اُس کے نتیجے میں علیحدہ وطن کے مطالبے کو بالکل جائز قرار دیتے ہیں۔ البتہ، وہ اِسے ایک خالص سیاسی مطالبہ سمجھتے ہیں جس کا دین و شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ اُن کے نزدیک یہی وجہ ہے کہ نہ بانی پاکستان نے اِسے دین کے مطالبے کے طور پر پیش کیا ہے اور نہ کانگرس کے مسلمان علما نے اِسے شریعت کے منافی قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''...تحریک پاکستان کے زمانے میں اگر مسلمانوں کا اصرار تھا کہ وہ ہندوؤں کے مقابل میں الگ قوم ہیں اور اِسی بنیاد پر ہندوستان میں اپنے لیے الگ ملک کا مطالبہ کرتے ہیں تو اِس میں بھی کوئی غلطی نہیں تھی اور پاکستان بننے کے اگلے ہی دن اگر اُنھوں نے اپنے لیے پاکستانی قومیت کا اعلان کر دیا تو دین و شریعت کی رو سے اِس پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ سیاسی نقطۂ نظر سے تو کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اُس کے نزدیک مولانا ابوالکلام آزاد اور قائداعظم محمد علی جناح میں سے ایک کا موقف صحیح اور دوسرے کا غلط تھا اور ہم اُس سے اتفاق یا اختلاف بھی کر سکتے ہیں، لیکن مذہبی نقطۂ نظر سے دونوں کے موقف پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد کے موقف پر قائداعظم نے بھی اِس لحاظ سے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔'' (مقامات ۲۲۳)

یہ ریاست اور اُس کی قومی شہریت کے حوالے سے جناب جاوید احمد غامدی کا موقف ہے کہ ان کو مذہبی تشخص کا حامل نہیں ہونا چاہیے، لیکن جہاں تک حکومت کا تعلق ہے تو اگر وہ مسلمانوں کی منتخب حکومت ہے تو وہ نہ صرف اسلامی تشخص کی آئینہ دار رہے، بلکہ اُن تمام احکام کی پابندی کی مکلّف ہے جنھیں شریعت نے اُس کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ یعنی اُس کا نظام 'اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰی بَيۡنَهُمۡ' کے اصول پر مبنی ہو گا۔ وہ اپنے مسلمان شہریوں سے نماز کا مطالبہ کرے گی اور جمعہ اور عیدین کی نمازوں کا خود اہتمام کرے گی، زکوٰۃ کا نظام قائم کرے گی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

کی ذمہ دار ہو گی اور اِس مقصد کے لیے ادارے قائم کرے گی، ریاست کے مسلمان شہریوں پر اسلام کے حدود و تعریزات کو نافذ کرے گی، اسلام کی دعوت دنیا تک پہنچانے کے لیے اپنے وسائل بروے کار لائے گی اور اگر اِس دعوت میں دنیا کی کوئی طاقت رکاوٹ پیدا کرے گی تو اُس کو اپنی استطاعت کے مطابق دور کرے گی اور اِس مقصد کے لیے اگر جہاد و قتال کی ضرورت پیش آ جائے تو اُس سے بھی دریغ نہیں کرے گی۔ غامدی صاحب نے دین و شریعت کے اِن تمام نکات کو اپنے جوابی بیانیے میں پوری صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور تاکید کے طور پر سورۂ مائدہ کی یہ تنبیہ بھی نقل کی ہے کہ جو حکمران اِن شرعی احکام کو نافذ نہیں کریں گے، وہ اللہ کے حضور ظالم، فاسق اور کافر قرار پائیں گے۔ لکھتے ہیں:

''نظم اجتماعی سے متعلق یہ شریعت کے احکام ہیں اور اِس تنبیہ و تہدید کے ساتھ دیے گئے ہیں کہ جو لوگ خدا کی کتاب کو مان کر اُس میں خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، قیامت کے دن وہ اُس کے حضور میں ظالم، فاسق اور کافر قرار پائیں گے۔'' (مقامات ۲۰۸)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

خلافت کے بارے میں غامدی صاحب کا موقف یہ ہے کہ یہ ایک سیاسی اصطلاح ہے۔ اِسے نہ دینی اصطلاح قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ مسلمانوں کو اِس کا مکلّف ٹھیرایا جا سکتا ہے کہ وہ خلافت کے نام پر دنیا کے تمام مسلمانوں کی ایک حکومت قائم کرنے کی سعی کریں۔ اُن کے نزدیک دنیا بھر کے مسلمانوں کا کسی ایک ریاست یا ایک حکومت کے تحت جمع ہونا ایک محمود خواہش ہو سکتی ہے اور اِس کے لیے پر امن جدوجہد بھی بالکل بجا ہے، لیکن اِس تمنا کو ایک دینی مطالبے کے طور پر پیش کرنا درست نہیں ہے۔ اُنھوں نے بیان کیا ہے:

''جن ملکوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، وہ اپنی ایک ریاست ہاے متحدہ قائم کر لیں۔ یہ ہم میں سے ہر شخص کا خواب ہو سکتا ہے اور ہم اِس کو شرمندۂ تعبیر کرنے کی جدوجہد بھی کر سکتے ہیں، لیکن اِس خیال کی کوئی بنیاد نہیں ہے کہ یہ اسلامی شریعت کا کوئی حکم ہے جس کی خلاف ورزی سے مسلمان گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ہرگز نہیں، نہ خلافت کوئی دینی اصطلاح ہے اور نہ عالمی سطح پر اِس کا قیام اسلام کا کوئی حکم ہے۔'' (مقامات ۱۹۷)

مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے اِس موقف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''نظریاتی اعتبار سے خلافت کی بات کرنا نہ معیوب ہے اور نہ ممنوع۔'' سوال یہ ہے کہ غامدی صاحب نے خلافت یا مسلمانوں کی متحدہ ریاست کو کب معیوب یا ممنوع قرار دیا ہے؟ اُن کی بات فقط اِس قدر ہے کہ یہ دین و شریعت کا تقاضا نہیں ہے۔ مفتی صاحب نے دلیل کے طور پر صحیح مسلم کی ایک حدیث بھی نقل کی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، میرے بعد خلفا ہوں گے۔'' اِس حدیث کے بارے میں غامدی صاحب پہلے ہی اپنا موقف تحریر کر چکے ہیں کہ اِس سے مسلمانوں کی واحد متحدہ حکومت کا حکم اخذ کرنا حدیث کے مدعا سے تجاوز ہے۔ مولانا اگر اِس معاملے میں غامدی صاحب کے تصور کو غلط اور رائج تصور کو صحیح سمجھتے ہیں تو اُنھیں واضح طور پر اِس کا اظہار کرنا چاہیے اور کسی اینچ پینچ کے بغیر یہ بتانا چاہیے کہ مسلمانوں کی عالم گیر خلافت کا قیام قرآن وسنت کے نصوص پر مبنی ایک دینی اور شرعی مطالبہ ہے۔

جامع مسجد کے بارے میں غامدی صاحب کا موقف ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں جمعہ اور عیدین کی نمازوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ اِن نمازوں کا انتظام وانصرام چونکہ حکومت کی ذمہ داری ہے، اِس لیے اِن مساجد کے معاملات کو حکومت کے کنٹرول میں ہونا چاہیے۔ اپنے جوابی بیانیے میں اُنھوں نے لکھا ہے:

''نماز جمعہ اور نماز عیدین کا اہتمام حکومت کرے گی۔ یہ نمازیں صرف اُنھی مقامات پر ادا کی جائیں گی جو حکومت کی طرف سے اُن کے لیے مقرر کر دیے جائیں گے۔ اِن کا منبر حکمرانوں کے لیے خاص ہوگا۔ وہ خود اِن نمازوں کا خطبہ دیں گے اور اِن کی امامت کریں گے یا اُن کی طرف سے اُن کا کوئی نمایندہ یہ ذمہ داری ادا کرے گا۔ ریاست کے حدود میں کوئی شخص اپنے طور پر اِن نمازوں کا اہتمام نہیں کر سکے گا۔'' (مقامات ۲۰۶)

اِس سے واضح ہے کہ غامدی صاحب شریعت کی رو سے تین باتوں کو ضروری قرار دیتے ہیں: اول یہ کہ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کا اہتمام حکومت کی ذمہ داری ہے۔ دوم یہ کہ یہ نمازیں حکومت کے زیر انتظام جامع مساجد میں یا دیگر مقررہ مقامات ہی پر ادا ہونی چاہییں۔ سوم یہ کہ اِن نمازوں میں خطبے کا فریضہ حکمران یا اِن کا نمایندہ انجام دے۔

مفتی منیب الرحمٰن صاحب کے نزدیک غامدی صاحب کا یہ موقف اگر خلاف شریعت تھا تو اُن کو بدلائل یہ بیان کرنا چاہیے تھا کہ شریعت کی رو سے جمعہ اور عیدین کی نمازوں کا اہتمام حکومت کی ذمہ داری نہیں، بلکہ علما کی ذمہ داری ہے۔ اِن کا اہتمام کسی گلی محلے میں کوئی بھی شخص کر سکتا ہے اور اِن میں خطبہ دینے کے ذمہ دار حکمران نہیں، بلکہ علماے کرام ہیں۔ مفتی صاحب نے اِن میں سے کوئی بات کہنے کے بجاے یہ فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ غامدی صاحب مذہب کو ریاست کی ملازمت میں لانا چاہتے ہیں اور پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنانا چاہتے ہیں۔ اُن کے الفاظ ملاحظہ کیجیے:

''علامہ صاحب کی خواہش یہ ہے: ''مذہب ریاست کی ملازمت میں آجائے، ظل الٰہی کے خطبے پڑھے جائیں اور راوی ہر سُو چین لکھے''۔ ہمیں بھی معلوم ہے کہ ملائشیا، عرب ممالک، ترکی حتیٰ کہ وسطی اشیا میں بھی مذہب ریاست

کے کنٹرول میں ہے، تو پھر سوال یہ ہے کہ القاعدہ اور داعش نے تو عرب ممالک میں جنم لیا ہے، جہاں مذہب ریاست کی ملازمت میں ہے، خطبے دربار سرکار سے لکھے ہوئے آتے ہیں، پھر یہ انہونی کیسے ہوگئی،... ہماری نظر میں مذہب کو ریاست کے کنٹرول میں لینے کی خواہش نہایت سطحی ہے۔ جناب غامدی کے موقف میں ایک تضاد یہ ہے کہ وہ ریاست کو سیکولر بنانا چاہتے ہیں اور پھر مذہب کو سیکولر ریاست کی ملازمت میں رکھنا چاہتے ہیں، یہ بیّن تضاد ہے، کیونکہ مذہب اور سیکولرازم دو متضاد چیزیں ہیں۔... علامہ غامدی صاحب کی مذہب کو ریاست کا ملازم بنانے کی خواہش بجا، لیکن موجودہ حالات میں میری اور ان کی زندگی میں پوری ہوتی نظر نہیں آ رہی۔"

(روزنامہ دنیا، زاویۂ نظر: علامہ جاوید احمد غامدی کا بیانیہ ۲۰ مارچ ۲۰۱۷ء)

سوال یہ ہے کہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب کیا امام اعظم ابوحنیفہ، امام سرخسی، امام احمد رضا خاں، یا الدر المختار، الہدایہ اور فتاویٰ عالمگیری کے مولفین کے لیے بھی یہی حکم لگاتے ہیں کہ یہ حضرات بھی مذہب کو حکومت کا ملازم بنانا چاہتے تھے؟ جمعہ مصر جامع میں منعقد ہوگا اور اس کا منبر حکمرانوں کے لیے خاص ہوگا، یہ فقط غامدی صاحب کا موقف نہیں ہے، امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمۂ احناف اسی موقف کے قائل ہیں۔ اُنھوں نے اِسے جمعے کے لازمی شرائط میں شامل کیا ہے۔ ائمۂ ثلاثہ تو اِس معاملے میں مختلف رائے رکھتے ہیں، مگر فقہ حنفی کا معلوم و معروف اور مسلمہ موقف یہی ہے۔ اِس بات کا اندازہ فقہ حنفی کے ایک جید عالم مولانا زاہد الراشدی کے درج ذیل اقتباس سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ اقتباس "برصغیر کے فقہی اور اجتہادی رجحانات کا ایک جائزہ" کے زیر عنوان ان کے ایک مفصل مضمون سے اخذ کیا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"۱۸۵۷ء کے بعد ایک علمی مسئلہ یہ درپیش ہوا کہ حنفی فقہ میں جمعہ کی نماز اجتماعی طور پر ادا کرنے کے لیے یہ شرط ہے کہ امام حکومت کی طرف سے مقرر کردہ ہو جبکہ دہلی کے اقتدار پر تاج برطانیہ کا قبضہ ہو جانے کے بعد کوئی مجاز حکومت موجود نہیں رہی تھی جو امام وخطیب کا تقرر کر سکے یا جس کا باضابطہ نمائندہ نماز جمعہ میں خطبہ وامامت کا فریضہ سرانجام دے سکے تو اب نماز جمعہ کی ادائیگی کیسے ہوگی؟ اس پر علمائے کرام نے اجتماعی طور پر یہ راستہ اختیار کیا کہ کسی امام پر مسلمانوں کی اکثریت کی رضامندی کو اسلامی حکومت کی طرف سے تقرری کا قائم مقام قرار دیتے ہوئے اس شرط میں لچک پیدا کی اور جمعۃ المبارک کو ساقط کرنے کے بجائے اس کا تسلسل باقی رہنے دیا۔ یہ بلاشبہ ایک اجتہادی عمل تھا جو ۱۸۵۷ء کے بعد سامنے آیا جبکہ بعض حلقوں میں اس صورت میں جمعہ کی ادائیگی کے ساتھ احتیاطاً ظہر کی نماز کی ادائیگی کو بھی ضروری سمجھا جاتا ہے۔" (ماہنامہ الشریعہ، اکتوبر ۲۰۱۳ء)

"جامع مسجد کو ریاست کے کنٹرول میں ہونا چاہیے" اور "نماز جمعہ اور نماز عیدین کا اہتمام حکومت کرے گی" جیسے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

غامدی صاحب کے جملوں کو جس طرح ''علامہ غامدی صاحب کی مذہب کو ریاست کا ملازم بنانے کی خواہش'' سے تعبیر کیا ہے، اِس طرح کسی بھی صاحب علم کی بات کو کوئی بھی معنی پہنائے جا سکتے ہیں۔ مولانا مفتی منیب الرحمٰن کی اپنی تحریر سے ایک مثال پیش خدمت ہے۔ اپنے بیانیے میں بارھویں نکتے کے تحت اُنھوں نے لکھا ہے: ''مفتی کا کام صرف شرعی حکم بتانا ہے، اِس سے آگے ریاست وحکومت اور عدالت کا دائرۂ اختیار ہے۔'' اگر کوئی شخص اِس بات سے یہ نتیجہ اخذ کرے کہ ''مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی خواہش یہ ہے کہ شریعت ریاست وحکومت اور عدالت کی ملازمت میں آ جائے''، تو مفتی صاحب اپنے منصب کے لحاظ سے اُس کے بارے میں کیا شرعی حکم ارشاد فرمائیں گے؟

پاکستان کے مذہبی مدارس کے حوالے سے جناب جاوید احمد غامدی کا موقف یہ ہے کہ یہ مذہبی تعلیم کے اختصاصی ادارے ہیں جو میڈیکل اور انجینئرنگ یونیورسٹیوں کی طرح پانچ سے سات سال تک متعین اور مخصوص میدان میں تعلیم وتربیت کا اہتمام کرتے ہیں۔ مذہبی علوم وفنون میں اِس طرح کی تعلیم وتربیت مسلمان معاشرے کی ناگزیر ضرورت ہے، مگر مسئلہ یہ ہے کہ اِن مدارس میں طلبا کا داخلہ ابتدائی ۱۲ سال کی عمومی تعلیم کے بغیر ہوتا ہے۔ اِس سے ایک مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ بچوں کی صلاحیت، دل چسپی اور افتادِ طبع کو جانچے بغیر ہی اُن کے کیریئر کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ پیدا ہوتا کہ وہ عمومی تعلیم سے محرومی کی وجہ سے اپنے معاشرے سے کٹ جاتے ہیں اور اُس کی ضرورتوں سے ناواقف رہ جاتے ہیں۔ غامدی صاحب نے لکھا ہے:

''ہم کسی شخص کو یہ اجازت تو نہیں دیتے کہ بارہ سال کی عمومی تعلیم کے بغیر وہ بچوں کو ڈاکٹر، انجینئر یا کسی دوسرے شعبے کا ماہر بنانے کے ادارے قائم کرے، مگر دین کا عالم بننے کے لیے اِس طرح کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ اِس مقصد کے لیے طلبہ ابتدا ہی سے ایسے مدرسوں میں داخل کر لیے جاتے ہیں، جہاں اُن کے مستقبل کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ قدرت نے، ہوسکتا ہے کہ اُنھیں ڈاکٹر، انجینئر، سائنس دان یا شاعر و ادیب اور مصور بننے کے لیے پیدا کیا ہو، مگر یہ مدارس اُن کی اہلیت، صلاحیت اور ذوق ورجحان سے قطع نظر اُنھیں عالم بناتے اور شعور کی عمر کو پہنچنے کے بعد زندگی کے کسی دوسرے شعبے کا انتخاب کر لینے کے مواقع اُن کے لیے ختم کر دیتے ہیں۔ پھر جن کو عالم بناتے ہیں، بارہ سال کی عمومی تعلیم سے محرومی کے باعث اُن کی شخصیت کو بھی ایک ایسے سانچے میں ڈھال دیتے ہیں جس سے وہ اپنے ہی معاشرے میں اجنبی ہو کر رہ جاتے ہیں۔'' (مقامات ۴۰۷)

اس تجزیے کی بنا پر انھوں نے تجویز کیا ہے کہ:

''طب اور انجینئرنگ کی طرح دینی تعلیم کے اداروں کو بھی اختصاصی تعلیم کے اداروں کی حیثیت سے قومی تعلیمی نظام کا حصہ بنایا جائے۔ نیز پابند کیا جائے کہ بارہ سال کی عمومی تعلیم کے بغیر وہ کسی طالب علم کو اپنے اداروں میں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

داخل نہیں کریں گے۔ اِن میں سے جو ادارے اعلیٰ تعلیم کے لیے مسلمہ معیارات کے مطابق ہوں، اُن کی ڈگریاں اِن اصلاحات کے بعد بی اے، ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے لیے تسلیم کرلی جائیں۔'' (مقامات ۴۰۸)

مذہبی تعلیم کے بارے میں یہ غامدی صاحب کا موقف ہے۔ اِس پر تنقید کرنے کے لیے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ تعلیم و تدریس کے مسلمات اور تجربات کی روشنی میں اختصاصی تعلیم سے پہلے ۱۲ سال کی عمومی تعلیم کا طریقہ درست نہیں ہے، صحیح طریقہ وہی ہے جو مذہبی مدارس میں اختیار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مذہبی مدارس کے ساتھ ساتھ میڈیکل کالجوں، انجینئرنگ یونیورسٹیوں اور دیگر فنی اداروں میں بھی طلبا کو پانچ سال کی عمر میں داخل کرنا چاہیے اور سات آٹھ سال کی اختصاصی تعلیم کے بعد اُنھیں معاشرے کے حوالے کر دینا چاہیے تاکہ وہ لوگوں کی سرجری کرسکیں اور سڑکوں اور پلوں کی تعمیر کی خدمات انجام دے سکیں۔ یہ تفنن طبع کے جملے نہیں ہیں، غامدی صاحب کے موقف کی تردید کے لیے یہی ایک راستہ ہے۔ مگر مفتی صاحب نے اِس کو اختیار کرنے کے بجائے اِن تاثرات کے اظہار کو کافی سمجھا ہے:

''مدارس کے تین فی صد بچوں کو تو ایک طرف رکھیں، کیا پاکستان میں ریاست نے آج تک یہ انتظام کیا ہے کہ ہر بچہ اسکول جائے اور قوم کے تمام بچوں کو ایک نصاب پر مشتمل اعلیٰ معیاری تعلیم دی جائے ... غریب کا بچہ بالفرض ملک کا سب سے ذہین ترین ہے، کیا یہ تعلیم خرید سکتا ہے، جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں، سو پہلے از راہِ کرم اس پر بات کیجیے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ دینی مدارس میں جانے والے چند لاکھ بچے بھی کسی ورک شاپ پر کاکے اور چھوٹے بن کر استاذ کے پھینکے ہوئے سگریٹ کے کش لگائیں اور گالیاں سن کر اخلاق سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں ... غامدی صاحب یہ بتائیں کہ کیا لوگوں کے بچوں کو جبراً دینی مدارس میں لایا جاتا ہے یا وہ اپنی خواہش پر آتے ہیں۔ حکومتی تعلیمی اداروں میں تعلیم کا حال کیا ہے، ... عمارت بھی موجود اور رجسٹر رول پر اساتذہ کی طویل فہرست بھی نظر آئے گی، مگر کلاسیں ویران نظر آئیں گی۔'' (روزنامہ دنیا، زاویۂ نظر: علامہ جاوید احمد غامدی کا بیانیہ ۲۰ مارچ ۲۰۱۷ء)

یہ ہے وہ مبلغ تنقید جس پر احباب داد و تحسین کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ یہ اُن کا حسن طلب ہے کہ اُنھوں نے مفتی منیب الرحمٰن جیسی ملک کی ممتاز علمی شخصیت سے اِس سطح کی تنقید کو کافی سمجھا ہے۔

وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے تھے

اِس تاثراتی نقد و جرح کے ساتھ مفتی صاحب نے ایک مسئلے میں غامدی صاحب سے اتفاق اور اُن کے ہم آواز ہونے کا اظہار بھی کیا ہے۔ یہ کفر اور شرک کے خلاف برسر جنگ ہونے کا معاملہ ہے۔ اُنھوں نے لکھا ہے:

''علامہ غامدی کا ایک مطالبہ یہ ہے کہ ریاست واضح طور پر یہ موقف اختیار کرے کہ ''کفر اور شرک کے خلاف جنگ برپا کرنا اسلام کا مطالبہ نہیں ہے''، ہم اس حوالے سے ان کے ساتھ یک آواز ہیں، کیونکہ یہ فساد کا راستہ ہے

اوراسلام کا شعار اصلاح ہے۔‘‘(روز نامہ دنیا، زاویہ نظر: علامہ جاوید احمد غامدی کا بیانیہ ۱۸مارچ ۲۰۱۷ء)

مفتی صاحب نے یہ بات اگر رواروی میں بیان نہیں کی ، بلکہ سوچ سمجھ کر بیان کی ہے اور حالات کے دباؤ میں آ کر کسی وقتی مصلحت کے تحت نہیں کہی ، بلکہ پورے عزم اور جذبۂ ایمانی کے ساتھ کہی ہے تو یہ رائج بیانیے سے اُن کی دست برداری کا اعلان ہے، کیونکہ یہ ماننے کے نتیجے میں کہ کفر اور شرک کے خلاف جنگ اسلام کا مطالبہ نہیں ہے، رائج مذہبی بیانیے کی اساس ہی ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مفتی صاحب کا یہ اتفاق اگر علمی اور فکری بنیادوں پر ہے تو یقیناً حوصلہ افزا ہے، لیکن اگر اِس کا سبب حالات کی سنگینی ہے تو پھر یہ لائق تشویش ہے، کیونکہ حالات کی تبدیلی اتفاق کو پھر اختلاف میں بدل سکتی ہے۔ لہٰذا اُن کو ایک مرتبہ رک کر یہ سوچ لینا چاہیے کہ وہ رائج مذہبی بیانیے کی کس بات کی تردید کر رہے ہیں اور اِس کے مقابل میں غامدی صاحب کے جوابی بیانیے کی کس بات کے موید ہیں؟

اِس معاملے میں رائج بیانیہ یہ ہے کہ شرک اور کفر کے استیصال کے لیے دنیا پر اسلام کے غلبے کی جدو جہد شریعت کا حکم ہے اور یہ مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے کہ وہ دعوت و جہاد کا علم اٹھائیں اور اقوام عالم کی سرحدوں پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کریں کہ ’’اسلام لاؤ، جزیہ دو یا لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔‘‘ گویا دنیا کے غیر مسلم جو اِس بیانیے کی رو سے کافر اور مشرک ہیں، اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو اُن کے لیے زندگی کی گنجایش صرف اِس صورت میں ہے کہ وہ مسلمان ریاست میں ذمی یا محکوم ہو کر رہنے کا فیصلہ کریں۔ مزید یہ کہ اگر کوئی مسلمان دین سے منحرف ہو کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کرے تو اُسے محکوم ہو کر بھی زندہ رہنے کا حق نہیں ہے، شریعت میں اُس کے لیے موت کی سزا مقرر ہے جو ہر حال میں اُس پر نافذ ہونی چاہیے۔ شرک، کفر، ارتداد کے معاملے میں رائج مذہبی بیانیہ یہ ہے۔

جناب جاوید احمد غامدی اِس کو ناحق سمجھتے اور دین و شریعت کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ اُن کے نزدیک اِس کی تائید میں پیش کیے جانے والے قرآن و حدیث کے نصوص اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے بعض اقدامات کا تعلق اللہ تعالیٰ کے قانون اتمام حجت سے ہے، اسلامی شریعت سے اِن کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارے جلیل القدر علما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بحیثیت رسول بعض خصوصی ذمہ داریوں کی تعمیم کر کے یہ نقطۂ نظر مرتب کیا ہے اور کچھ ایسے احکام کو شریعت میں داخل کر دیا ہے جو شریعت کا حصہ نہیں تھے۔ اپنے جوابی بیانیے میں انھوں نے لکھا ہے:

’’شرک، کفر اور ارتداد یقیناً سنگین جرائم ہیں، لیکن اِن کی سزا کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو نہیں دے سکتا۔ یہ خدا کا حق ہے۔ قیامت میں بھی اِن کی سزا وہی دے گا اور دنیا میں بھی، اگر کبھی چاہے تو وہی دیتا ہے۔ قیامت کا معاملہ اِس وقت موضوع بحث نہیں ہے۔ دنیا میں اِس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم میں اپنی

www.javedahmadghamidi.com www.almawrid.org

عدالت کے ظہور کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو اُس کی طرف اپنا رسول بھیجتے ہیں۔ یہ رسول اُس قوم پر اتمام حجت کرتا ہے، یہاں تک کہ کسی کے پاس خدا کے حضور میں پیش کرنے کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ اِس کے بعد خدا کا فیصلہ صادر ہوتا ہے اور جو لوگ اِس طرح اتمام حجت کے بعد بھی کفر و شرک پر اصرار کریں، اُنھیں اِسی دنیا میں سزا دی جاتی ہے۔ یہ ایک سنت الٰہی ہے جسے قرآن نے اِس طرح بیان فرمایا ہے کہ ''ہر قوم کے لیے ایک رسول ہے۔ پھر جب اُن کا رسول آ جاتا ہے تو اُن کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا۔'' (یونس: ۴۷) اِس کی نوعیت بالکل وہی ہے جو اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی اور واقعۂ خضر میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ اِس کا عام انسانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم جس طرح کسی غریب کی مدد کے لیے اُس کی اجازت کے بغیر اُس کی کشتی میں شگاف نہیں ڈال سکتے، کسی بچے کو والدین کا نافرمان دیکھ کر اُس کو قتل نہیں کر سکتے، اپنے کسی خواب کی بنیاد پر ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنے بیٹے کے گلے پر چھری نہیں رکھ سکتے، اُسی طرح کسی شخص کو اُس کے شرک، کفر یا ارتداد کی سزا بھی نہیں دے سکتے، اِلّا یہ کہ وحی آئے اور خدا اپنے کسی رسول کے ذریعے سے براہ راست اِس کا حکم دے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اِس کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے۔''

(مقامات ۲۰۰)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

چنانچہ اُن کے نزدیک شرک، کفر اور ارتداد کے حوالے سے قرآن و حدیث کے احکام کا تعلق زمانۂ رسالت کے مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ سے ہے، جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے براہ راست انکار کی پاداش میں عذاب الٰہی نازل کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کفر، شرک اور ارتداد کے مرتکبین اور دنیا کے باقی انسانوں سے اب اِن احکام کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''منکرین حق کے خلاف جنگ اور اس کے نتیجے میں مفتوحین پر جزیہ عائد کر کے انھیں محکوم اور زیردست بنا کر رکھنے کا حق اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے۔ قیامت تک کوئی شخص اب نہ دنیا کی کسی قوم پر حملہ کر سکتا ہے اور نہ کسی مفتوح کو محکوم بنا کر اُس پر جزیہ عائد کرنے کی جسارت کر سکتا ہے۔'' (میزان ۵۹۹)

اِس ضمن میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ مفتی صاحب نے اپنے اتفاق کا اظہار کرتے ہوئے شرک اور کفر کا ذکر تو کیا ہے، مگر ارتداد کا ذکر نہیں کیا، جبکہ غامدی صاحب نے شرک اور کفر ہی کی بات نہیں کی، اِس کے ساتھ ارتداد کی بات بھی کی ہے۔ ٹی وی پروگرام کی گفتگو میں بھی اُنھوں نے اِس کا ذکر کیا ہے اور اپنے جوابی بیانیے میں بھی پوری صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔ چنانچہ مفتی صاحب کو شرک اور کفر کے ساتھ ساتھ ارتداد کے معاملے میں بھی اپنے اتفاق یا اختلاف کا اظہار کرنا چاہیے۔ فکری اعتبار سے تو یہ تینوں مسئلے اہم ہیں، لیکن عملی لحاظ سے ارتداد کا مسئلہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

اِس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان علما اللہ اور رسول کے انکار اور مشرکانہ عقائد کو تو حقیقت واقعہ کے طور پر قبول کر رہے ہیں، مگر اِس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ کوئی مسلمان اپنے دین کو چھوڑنے کا فیصلہ کرے۔

خاتمۂ کلام کے طور پر مفتی صاحب کے بعض تبصروں پر تبصرہ بھی بے محل نہ ہو گا۔ فرماتے ہیں:

''علامہ غامدی سے پروگرام اینکر نے سوال کیا: ''ریاست اپنی ہی ماضی کی پالیسیوں کا شکار (victim) بن جاتی ہے''۔ علامہ صاحب نے اس سوال کا جواب گول کر دیا، یہی سوال مولانا فضل الرحمٰن نے ایک ٹیلی ویژن پروگرام میں کیا: ''ہمیں بتایا جائے کہ ہمارے مدارس کے بچوں کو ہتھیار کس نے پکڑائے؟'' یہ ایک ملین ڈالر کا سوال ہے، لیکن اس سوال کا جواب دینے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔ اگر ریاستی اداروں نے یہ کام کیا ہے، تو پھر انھیں سب کچھ معلوم ہو گا اور قوم کو سچ بتا دینا چاہیے۔'' (روزنامہ دنیا، زاویۂ نظر: علامہ جاوید احمد غامدی کا بیانیہ ۱۸ مارچ ۲۰۱۷ء)

مولانا کا فرمان بالکل بجا ہے کہ یہ ایک ملین ڈالر کا سوال ہے، لیکن یہ سوال جتنا ریاستی اداروں کے لیے اہم ہے، اتنا ہی مذہبی اداروں کے لیے بھی اہم ہے۔ قابل غور یہ ہے کہ یہ ہتھیار اُن بچوں کے ہاتھوں میں کیوں نہیں پکڑائے جا سکے جو اسکولوں اور کالجوں میں پڑھتے ہیں، وہ کیوں خودکش بمبار نہیں بن پائے اور جب پشاور کے آرمی پبلک اسکول میں ظلم و بربریت کا بازار گرم کیا گیا تو تب بھی اُنھیں اسلحہ نہیں دیا گیا، بلکہ اِس کے برعکس اُن کی زبان پر یہ ترانہ جاری کر دیا گیا کہ:

بڑا دشمن بنا پھرتا ہے جو بچوں سے لڑتا ہے
میں ایسی قوم سے ہوں جس کے وہ بچوں سے ڈرتا ہے

اِسی طرح یہ سوال بھی اہم ہے کہ اگر ہم اپنے مذہبی اداروں میں مغربی لباس، آلات موسیقی اور اِس طرح کی دوسری چیزوں کو داخل ہونے سے روک سکتے ہیں تو اسلحے کو کیوں نہیں روک سکتے؟ اصل میں یہی وہ مسئلہ ہے جس کی جانب غامدی صاحب متوجہ کر رہے ہیں۔ اُن کے نزدیک اِس کا سبب ہمارے مذہبی طبقے کا وہ بیانیہ ہے جو ایک جانب ہمارے بچوں کو انتہا پسندی کے لیے فکری بنیادیں فراہم کرتا ہے، دوسری جانب ریاستی اداروں کے لیے یہ گنجایش پیدا کرتا ہے کہ وہ اپنے ریاستی مقاصد کے لیے اُنھیں استعمال کریں اور تیسری جانب ملک دشمن قوتوں کو یہ موقع دیتا ہے کہ وہ معصوم اور سادہ لوح بچوں کو اپنے مذموم مقاصد کی بھٹی میں جھونک سکیں۔

مفتی صاحب نے سوال کیا ہے کہ غامدی صاحب بتائیں کہ داعش اور القاعدہ کے بارے میں اُن کے اور ہمارے موقف میں کیا فرق ہے؟ اِس سے مولانا کا مقصود غالباً یہ ہے کہ دہشت گردی کی مذمت کے معاملے میں اُن کے اور

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

غامدی صاحب کے موقف میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جہاں تک انتہا پسندی کے نتائج کا تعلق ہے تو مولانا کی بات بالکل بجا ہے۔ دھماکوں اور خود کش حملوں سے انسانی جانوں کے زیاں پر ہمارے علما کے دل اُسی طرح تڑپتے ہیں جیسے غامدی صاحب یا دیگر محبّ وطن لوگوں کے تڑپتے ہیں، لیکن جہاں تک انتہا پسندی کی حقیقت کا تعلق ہے تو غامدی صاحب اور اُن کے ہم عصر علما کے موقف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ غامدی صاحب انتہا پسند تنظیموں کی فکری اساسات ہی کو غلط قرار دیتے ہیں، جبکہ ہمارے علما اُن کی فکری اساسات کو درست سمجھتے ہوئے اُن کے طریق کار سے اختلاف کا اظہار کرتے ہیں۔ غامدی صاحب کے نزدیک یہ عمل کا نہیں، فکر کا مسئلہ ہے، اِس لیے یہ اطوار کو بدلنے سے نہیں، نظریات کی قلب ماہیت سے حل ہو گا۔

تری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
مری دعا ہے تری آرزو بدل جائے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

البیان

جاوید احمد غامدی

الکہف - مریم

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

یہ دونوں سورتیں اپنے مضمون کے لحاظ سے توام ہیں۔ دونوں کا موضوع انذار و بشارت ہے جو پچھلی سورتوں سے چلا آ رہا ہے۔

پہلی سورہ ــــ الکہف ــــ میں اِس کے حقائق اُن واقعات سے مبرہن کیے گئے ہیں جن کے بارے میں قریش مکہ نے اہل کتاب، بالخصوص نصاریٰ کے القا کیے ہوئے سوالات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتحان کی غرض سے آپ کے سامنے پیش کیے ہیں۔

دوسری سورہ ــــ مریم ــــ میں اِن القا کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے خود اِن کے دین کی حقیقت پوری طرح واضح کر دی ہے تا کہ قریش کو متنبہ کیا جائے کہ جن کی اپنی کوئی بنیاد نہیں ہے، اگر اُن کی شہ پر خدا کے پیغمبر کی ناقدری کرو گے تو اندازہ کر لو کہ کتنی بڑی نعمت سے اپنے آپ کو محروم کر لو گے۔

دونوں سورتوں میں خطاب قریش سے ہے اور اِن کے مضمون سے واضح ہے کہ ام القریٰ مکہ میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے مرحلۂ اتمام حجت میں اُس وقت نازل ہوئی ہیں، جب ہجرت کا مرحلہ قریب آ گیا ہے۔

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الکھف

(۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ﴿۱﴾ قَیِّمًا لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡہُ وَیُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ

۱

اللہ کے نام سے جو سراسر رحمت ہے، جس کی شفقت ابدی ہے۔

شکر اللہ ہی کے لیے ہے[۱] جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب اتاری اور اِس میں کوئی کج پیچ نہیں رکھا ہے[۲]۔ ہر لحاظ سے ٹھیک اور سیدھی تاکہ (جھٹلانے والوں کو)[۳] وہ اُس کی طرف سے ایک سخت عذاب سے آگاہ کر دے اور ایمان لانے والوں کو، جو نیک عمل کر رہے ہیں، خوش خبری سنا دے کہ

۱؎ یعنی اُسی کے لیے ہونا چاہیے۔ یہ کسی کے حق واجب کو اقرار واعتراف کی زبان میں بیان کرنے کا اسلوب ہے اور قرآن میں جگہ جگہ اختیار کیا گیا ہے۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ لفظ و معنی کے اعتبار سے اِس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آسکے اور نہ اِس کی رہنمائی میں صراط مستقیم سے کوئی ادنیٰ انحراف ہے کہ کوئی سلیم الفطرت انسان اُس کو قبول کرنے سے انکار کر دے۔

۳؎ یہ الفاظ اصل میں محذوف ہیں، اِس لیے کہ آگے 'مُؤۡمِنِیۡن' کا لفظ موجود ہے جو اِن پر دلالت کر رہا ہے۔

اَجْرًا حَسَنًا ﴿۲﴾ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ﴿۳﴾ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿۴﴾
مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا
كَذِبًا ﴿۵﴾

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴿۶﴾
اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ وَاِنَّا

اُن کے لیے بہت اچھا اجر ہے۔ وہ اُس میں[۴] ہمیشہ رہیں گے۔ اُن لوگوں کو آگاہ کر دے جو کہتے ہیں کہ خدا نے اولاد بنا رکھی ہے[۵]۔ اُنھیں اِس بات کا کوئی علم نہیں ہے، اُن کے باپ دادا کو بھی نہیں تھا۔ بڑی ہی سنگین بات ہے جو اُن کے مونھوں سے نکل رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ محض جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ ۱-۵

پھر اگر وہ اِس بات پر ایمان نہ لائے تو شاید تم اُن کے پیچھے اپنے آپ کو غم سے ہلاک کر ڈالو گے[۶]۔ زمین پر جو کچھ ہے، اُس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے، اِس لیے کہ ہم لوگوں کا امتحان کریں کہ اُن میں کون اچھا عمل کرنے والا ہے۔ (وہ اِسی زینت پر ریجھے ہوئے ہیں[۷]، دراں حالیکہ) ہم اُن

۴؎ آیت میں 'فِيْهِ' کی ضمیر نتیجۂ اجر کے لیے ہے، یعنی بہشت بریں جو اچھے اجر کا ثمرہ اور نتیجہ ہوگا۔

۵؎ یہ عام کے بعد خاص کا ذکر ہے اور اِس میں مشرکین عرب اور نصاریٰ، دونوں شامل ہیں، اِس لیے کہ مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اور نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنائے ہوئے تھے۔

۶؎ یہ نہایت دل نواز انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ یہ اگر ایمان نہیں لا رہے ہیں تو اِس کا سبب ہرگز یہ نہیں ہے کہ آپ سے فرض دعوت کے ادا کرنے میں کوئی کوتاہی ہوئی ہے۔ آپ تو اِس کے لیے اپنے آپ کو رنج و غم میں گھلائے دے رہے ہیں، جبکہ آپ کا کام صرف انذار و بشارت ہے اور اُس کا حق آپ نے ادا کر دیا ہے۔ اُس سے آگے آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے فرض دعوت کے ادا کرنے کا احساس کس قدر شدید تھا۔

۷؎ ایمان نہ لانے کا اصل سبب کیا ہے؟ یہ اُس سے پردہ اٹھایا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ﴿۸﴾

سب چیزوں کو جو زمین پر ہیں، (ایک دن بالکل نابود کر کے اُس کو) ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔۶-۸

’’...فرمایا کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ اِس میں ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ کون اپنی عقل و تمیز سے کام لے کر آخرت کا طالب بنتا ہے اور کون اپنی خواہشوں کے پیچھے لگ کر اسی دنیا کا پرستار بن کر رہ جاتا ہے۔ اِس امتحان کے تقاضے سے ہم نے اِس دنیا کے چہرے پر حسن و زیبائی کا ایک پرفریب غازہ مل دیا ہے۔ اِس کے مال و اولاد، اِس کے کھیتوں کھلیانوں، اِس کے باغوں اور چمنوں، اِس کی کاروں اور کوٹھیوں، اِس کے محلوں اور ایوانوں، اِس کی صدارتوں اور وزارتوں میں بڑی کشش اور دل فریبی ہے۔ اِس کی لذتیں نقد اور عاجل اور اِس کی تلخیاں پس پردہ ہیں۔ اِس کے مقابل میں آخرت کی تمام کامرانیاں نسیہ ہیں اور اِس کے طالبوں کو اِس کی خاطر بے شمار جان کاہ مصیبتیں نقد نقد اِسی دنیا میں جھیلنی پڑتی ہیں۔ یہ امتحان ایک سخت امتحان ہے۔ اِس میں پورا اترنا ہر بوالہوس کا کام نہیں ہے۔ اِس میں پورے وہی اتریں گے جن کی بصیرت اتنی گہری ہو کہ خواہ یہ دنیا اُن کے سامنے کتنی ہی عشوہ گری کرے، لیکن وہ اِس عجوزۂ ہزار داماد کو اِس کے ہر بھیس میں تاڑ جائیں اور کبھی اِس کے عشق میں پھنس کر آخرت کے ابدی انعام کو قربان کرنے پر تیار نہ ہوں۔ رہے وہ لوگ جنھوں نے اپنی عقل و دل کی آنکھیں اندھی کر لی ہیں اور اپنی خواہشوں کے پرستار بن کے رہ گئے ہیں، وہ اِس نقد کو آخرت کے نسیہ کے لیے قربان کرنے پر تیار نہیں ہو سکتے، اگرچہ اِس کے حق ہونے پر اِس کائنات کا ذرہ ذرہ گواہ ہے۔‘‘ (تدبر قرآن ۴/۵۵۸)

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

معارف نبوی

جاوید احمد غامدی

تحقیق و تخریج: محمد حسن الیاس

دوزخ کے اعمال

(۲)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

—— ۱ ——

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ[1]، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ[2] يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ[3] لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا، إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا“.[4]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ پھر ہر اُس شخص کو بخش دیا جاتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراتا ہو، اُس شخص کے سوا جس کے اور اُس کے بھائی کے درمیان عداوت ہو۔ اُن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اِن دونوں کو اُس وقت تک مہلت دو، جب تک یہ آپس میں صلح کے لیے راضی نہ ہو جائیں۔

۱۔ اِس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی باہمی عداوت اللہ تعالیٰ کو کس قدر ناپسند ہے اور یہ کس درجے میں اُس کی ناراضی کا باعث بن سکتی ہے۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن صحیح مسلم، رقم ۴۶۵۸ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے اِس کے مصادر درج ذیل ہیں:

جامع معمر بن راشد، رقم ۸۳۵۔ موطا امام مالک، رقم ۱۰۱۷، ۱۶۲۰۔ مسند طیالسی، رقم ۲۵۱۵۔ مصنف عبدالرزاق، رقم ۷۷۰۳، ۷۷۰۴۔ مسند حمیدی، رقم ۹۴۷۔ مسند احمد، رقم ۷۴۵۳، ۸۱۶۲، ۸۸۴۸، ۸۹۹۱، ۹۷۹۴، ۱۰۰۶۵۔ سنن دارمی، رقم ۱۷۰۴۔ صحیح مسلم، رقم ۴۶۵۹، ۴۶۶۰۔ سنن ترمذی، رقم ۷۶۷۔ سنن ابی داؤد، رقم ۴۲۷۲۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۶۶۴۴۔ صحیح ابن خزیمہ، رقم ۱۹۸۷۔ صحیح ابن حبان، رقم ۳۷۲۷، ۵۷۸۰، ۵۷۸۵۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ روایت المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۷۶۱۵ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور مسند احمد، رقم ۲۱۲۰۷ میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہوئی ہے۔

۲۔ صحیح مسلم، رقم ۴۶۵۹ میں 'تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ' کے بجاے 'تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ' کے الفاظ ہیں، یعنی اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ مصنف عبدالرزاق، رقم ۷۷۰۳ میں اِس جگہ 'تُفْتَحُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ' نقل ہوا ہے، یعنی آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

۳۔ موطا امام مالک، رقم ۱۶۲۰ میں یہاں 'فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُسْلِمٍ' نقل ہوا ہے، یعنی ہر مسلمان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ المعجم الاسط، طبرانی، رقم ۷۶۱۵ میں اِس جگہ یہ الفاظ ہیں: 'فَمِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَيُغْفَرُ لَهُ، وَمِنْ تَائِبٍ فَيُتَابُ عَلَيْهِ' ''پھر کوئی استغفار کرنے والا ہو تو اُس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور کوئی توبہ کرنے والا ہو تو اُس کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے''۔ اِس کے راوی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

۴۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۷۶۱۵ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے 'وَيُرَدُّ أَهْلُ الضَّغَائِنِ لِضَغَائِنِهِمْ حَتّٰى يَتُوبُوا' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ یعنی، آپس میں بغض رکھنے والوں کو اُن کے بغض کی وجہ سے لوٹا دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بعض روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسوہ بھی نقل ہوا ہے کہ آپ اِن دنوں میں بالعموم روزہ رکھتے تھے، آپ کا ارشاد ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش کیے جائیں تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔ ملاحظہ ہو: مسند احمد، رقم ۲۱۲۰۷۔

— ۲ —

عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ،[۱] أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ[۲] أَنْ يَهْجُرَ[۳] مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ،[۴] فَإِنْ كَانَ تَصَارَمَا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَإِنَّهُمَا نَاكِبَانِ عَنِ الْحَقِّ مَا دَامَا عَلٰى صُرَامِهِمَا، وَأَوَّلُهُمَا فَيْئًا فَسَبْقُهُ بِالْفَيْءِ كَفَّارَتُهُ،[۵] فَإِنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ سَلَامَهُ رَدَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ، وَرَدَّ عَلَى الْآخَرِ الشَّيْطَانُ، فَإِنْ مَاتَا عَلٰى صُرَامِهِمَا [لَمْ يَدْخُلَا الْجَنَّةَ]".[۶]

ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے قطع تعلق کیے رہے۔ اِس لیے کہ اگر دونوں نے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کیے رکھا تو جب تک وہ اِس حالت میں رہیں گے، حق سے دور رہیں گے۔ اور (یاد رکھو کہ) جو پہلے رجوع کرے گا، اُس کا یہ پہل کرنا اُس کے لیے کفارہ بن جائے گا۔[۱] اور (مزید یہ کہ) اگر ایک نے دوسرے کو سلام کیا، لیکن دوسرے نے جواب نہ دیا تو سلام کرنے والے کو فرشتے جواب دیں گے اور رد کرنے والے کو شیطان۔ پھر اگر دونوں اِسی قطع تعلقی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گئے تو دونوں جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔[۲]

۱۔ یعنی اُس گناہ کا کفارہ جس کا ارتکاب اُس نے اپنے بھائی سے قطع تعلق کر کے کیا تھا۔

۲۔ اِس لیے کہ جنت اُن لوگوں کی جگہ نہیں ہے جو خدا کے پیغمبر کی طرف سے اِس طرح کی وعید کے بعد بھی اپنے رویے کی اصلاح کرنے کے لیے تیار نہ ہوں اور اِس طریقے سے ایک دوسرے کے خلاف کینہ اور بغض دلوں میں

لے کر دنیا سے رخصت ہو جائیں۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن اصلاً مسند احمد، رقم ۱۵۹۱۷ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے یہ روایت اِن مصادر میں نقل ہوئی ہے: مسند طیالسی، رقم ۱۳۰۷۔ مسند احمد، رقم ۱۵۹۱۸۔ الادب المفرد، بخاری، رقم ۴۰۲، ۳۹۷۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۱۵۴۸۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۷۸۱۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۷۹۳۶، ۱۷۹۳۷۔

ہشام رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہی مضمون جن دوسرے صحابہ سے منقول ہے، وہ یہ ہیں: ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، مسور بن مخرمہ القرشی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ۔ اِن صحابہ سے یہ روایت درج ذیل کتابوں میں نقل ہوئی ہے:

جامع معمر بن راشد، رقم ۸۳۲۔ موطا امام مالک، رقم ۸۰۷، ۱۰۱۳، ۱۶۱۶۔ مسند طیالسی، رقم ۵۸۹، ۲۱۹۲۔ مسند حمیدی، رقم ۳۷۲۔ مصنف عبدالرزاق، رقم ۱۵۳۸۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۷۸۳، ۲۴۷۸۴، ۲۴۷۸۶، ۲۴۷۹۲۔ مسند احمد، رقم ۱۵۲۴، ۸۷۲۰، ۸۸۸۶، ۹۶۶۵، ۲۲۹۰۸، ۲۲۹۵۴، ۲۲۹۶۲۔ الادب المفرد، بخاری، رقم ۳۹۴، ۴۰۱، ۴۰۹، ۴۷۹۔ صحیح بخاری، رقم ۵۶۴۰، ۵۷۹۵۔ صحیح مسلم، رقم ۴۶۴۹، ۴۶۵۰، ۴۶۵۱۔ سنن ترمذی، رقم ۱۸۵۱۔ سنن ابوداؤد، رقم ۴۲۶۷، ۴۲۶۸، ۴۲۶۹، ۴۲۷۰۔ مسند بزار، رقم ۱۵۳۶، ۱۶۹۴، ۱۸۳۴، ۲۰۴۹۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۸۸۲۰۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۷۱۰، ۴۵۰۱، ۴۵۱۶۔ مسند الشاشی، رقم ۳۵۶، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۷۸۶، ۵۷۸۷۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۳۸۵۱، ۳۸۵۲، ۳۸۵۳، ۳۸۵۴، ۳۸۵۷، ۳۸۶۰، ۱۶۴۰۸، ۱۶۴۸۴۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۲۵۸۳، ۷۲۱۵، ۷۷۴۹، ۹۶۲۸۔

۲۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۷۱۰ میں اِس جگہ 'لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ' کے بجائے 'لا یَحِلُّ لِأَحَدٍ' نقل ہوا ہے۔ اِس کے راوی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی بعض طرق میں اِس جگہ 'لَا یَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ' کے الفاظ ہیں۔ ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، رقم ۴۶۵۰۔

۳۔ مسند بزار، رقم ۲۰۴۹ میں اِس جگہ 'لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ یَهْجُرَ' کے بجائے 'لا هِجْرَةَ فَوْقَ ثَلَاثٍ' کی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ یہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۷۸۱ میں 'أَنۡ یَھۡجُرَ' کے بجائے 'أَنۡ یُصَارِمَ' نقل ہوا ہے۔ دونوں الفاظ کم و بیش ایک ہی مفہوم ادا کرتے ہیں۔

۴۔ مسند الشاشی، رقم ۱۰۳۴ میں 'فَوۡقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ' کے بجائے 'فَوۡقَ ثَلَاثَةِ أَیَّامٍ' منقول ہے۔ اِس کے راوی ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔

۵۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہاں کفارے کا ذکر نہیں ہے، بلکہ اُس کی جگہ یہ بات نقل ہوئی ہے: 'یَلۡتَقِیَانِ فَیُعۡرِضُ ھٰذَا وَیُعۡرِضُ ھٰذَا، وَخَیۡرُھُمَا الَّذِي یَبۡدَأُ بِالسَّلَامِ'' ''دونوں کا سامنا ہو تو ایک دوسرے سے منہ پھیر لیتا ہے، لیکن دونوں میں بہتر وہی ہے جو سلام میں ابتدا کرے''۔ ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، رقم ۵۶۴۰۔ اِسی طرح سنن ابو داؤد، رقم ۴۲۶۸ میں اِس جگہ ایک دوسری بات بیان کی گئی ہے، روایت کے الفاظ ہیں: 'فَإِنۡ مَرَّتۡ بِهٖ ثَلَاثٌ فَلۡیَلۡقَهٗ فَلۡیُسَلِّمۡ عَلَیۡهِ فَإِنۡ رَدَّ عَلَیۡهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشۡتَرَکَا فِي الۡأَجۡرِ'' ''اگر (اِس قطع تعلقی پر) تین دن گزر جائیں اور ایک دوسرے سے ملے اور سلام کرے، پھر اگر دوسرے نے اُس کو جواب دے دیا تو دونوں اجر میں شریک ہو جائیں گے''۔

۶۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۷۸۱۔ سنن ابو داؤد، رقم ۴۲۷۰ میں اِس جگہ 'دَخَلَ النار' کے الفاظ ہیں۔ اِس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اصل روایت میں یہاں 'لَمۡ یَجۡتَمِعَا فِي الۡجَنَّةِ أَبَدًا'' ''وہ دونوں کبھی جنت میں جمع نہیں ہو سکیں گے'' نقل ہوا ہے، جب کہ مسند احمد، رقم ۱۵۹۱۸ میں 'لَمۡ یَدۡخُلَا الۡجَنَّةَ جَمِیۡعًا أَبَدًا' کے الفاظ ہیں۔ اِن میں لفظ 'أَبَدًا' کا اضافہ غالباً کسی راوی کا تصرف ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ جس غلطی کا ذکر روایت میں ہوا ہے، اُس پر ابدی جہنم کی سزا قرآن مجید کی تصریحات کے خلاف ہے۔ چنانچہ ہم نے اِسے قبول نہیں کیا۔

اِس مضمون کی روایات میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ بھی نقل ہوا ہے۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک موقع پر سیدہ نے کسی کو تحفہ دیا تو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اِس پر تنقید کی۔ عبد اللہ بن زبیر کا یہ اعتراض سیدہ عائشہ تک پہنچا تو اُنھوں نے اِس پر ناگواری کا اظہار کیا اور شدت جذبات میں اپنے اوپر واجب کر لیا کہ وہ عبد اللہ بن زبیر سے کبھی بات نہیں کریں گی۔ عبد اللہ بن زبیر کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے بعض صحابہ سے سفارش کرائی اور پھر سیدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا عذر پیش کیا اور کوشش کی کہ وہ مان جائیں۔ سیدہ نے اُن سے کہا: میں اپنے اوپر واجب کر چکی ہوں کہ تم سے بات نہیں کروں گی اور تم جانتے ہو کہ اِس طرح کی چیز اپنے اوپر واجب کر لینے کا معاملہ بہت سخت ہوتا ہے۔ اِس پر عبد اللہ بن زبیر نے اُنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی کہ کسی مسلمان کے

www.javedahmedghamidi.com www.al-mawrid.org

لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی سے تین رات سے زیادہ ترک تعلق کر لے۔ سیدہ یہ سنتے ہی رو پڑیں، یہاں تک کہ اُن کا دوپٹا آنسوؤں سے تر ہو گیا اور پھر جو کچھ وہ اپنے اوپر واجب کر چکی تھیں، اُس کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کیے۔ (ملاحظہ ہو: مصنف عبدالرزاق، رقم ۱۵۳۸۴)

— ۳ —

عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ[1] صَاحِبِ النَّبِيِّ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ: ”مَنْ هَاجَرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَهُوَ فِي النَّارِ، إِلَّا أَنْ يَتَدَارَكَهُ اللّٰهُ مِنْهُ بِتَوْبَةٍ“.

جس شخص نے اپنے بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ قطع تعلق کیے رکھا، وہ دوزخ میں جائے گا، الّا یہ کہ اللہ خاص اپنی طرف سے اُس پر عنایت کی نظر فرمائے[1]۔

۱۔ یعنی اُس کے باقی اعمال کو دیکھ کر اُسے معاف کر دے۔ قرآن میں تصریح ہے کہ بندہ شرک کے سوا ہر گناہ کے معاملے میں اپنے پروردگار سے اِس کی توقع کر سکتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۷۸۶ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ ہیں۔

المصادر والمراجع

ابن حبان، أبو حاتم بن حبان. (١٤١٤هـ/١٩٩٣م). **صحيح ابن حبان**. ط٢. تحقيق: شعيب الأرنؤوط. بيروت: مؤسسة الرسالة.

ابن حجر، على بن حجر أبو الفضل العسقلاني. (١٣٧٩هـ). **فتح الباري شرح صحيح البخاري**.

(د.ط). تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار المعرفة.

ابن قانع. (١٤٨١هـ/١٩٩٨م). **المعجم الصحابة** .ط١. تحقيق:حمدي محمد. مكة مكرمة: نزار مصطفٰى الباز.

ابن ماجة. ابن ماجة القزويني. (د.ت). **سنن ابن ماجة**. ط١. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار الفكر.

ابن منظور، محمد بن مكرم بن الأفريقي. (د.ت). **لسان العرب**. ط١. بيروت: دار صادر.

أبو نعيم ، (د.ت). **معرفة الصحابه**.ط١. تحقيق: مسعد السعدني. بيروت: دارالكتاب العلمية.

أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني. (د.ت). **مسند أحمد بن حنبل**. ط١. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

البخاري، محمد بن إسماعيل. (١٤٠٧هـ/١٩٨٧م). **الجامع الصحيح**. ط٣. تحقيق: مصطفٰى ديب البغا. بيروت: دار ابن كثير.

بدر الدين العيني. **عمدة القاري شرح صحيح البخاري**. (د.ط). بيروت: دار إحياء التراث العربي.

البيهقي، أحمد بن الحسين البيهقي. (١٤١٤هـ/١٩٩٤م). **السنن الكبرٰى**.ط١. تحقيق: محمد عبد القادر عطا. مكة المكرمة: مكتبة دار الباز.

السيوطي، جلال الدين السيوطي. (١٤١٦هـ/ ١٩٩٦م). **الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج**.ط ١. تحقيق: أبو إسحق الحويني الأثري. السعودية: دار ابن عفان للنشر والتوزيع.

الشاشي، الهيثم بن كليب. (١٤١٠هـ). **مسند الشاشي** . ط١. تحقيق: محفوظ الرحمٰن زين اللّٰه. المدينة المنورة: مكتبة العلوم والحكم.

محمد القضاعي الكلبي المزي.(١٤٠٠هـ/١٩٨٠م). **تهذيب الكمال في أسماء الرجال**. ط١. تحقيق: بشار عواد معروف. بيروت: مؤسسة الرسالة.

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

مسلم، مسلم بن الحجاج. (د.ت). **صحيح المسلم**. ط١. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

النسائي، أحمد بن شعيب. (١٤٠٦هـ/١٩٨٦م). **السنن الصغرىٰ**. ط٢. تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة. حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية.

النسائي، أحمد بن شعيب. (١٤١١هـ/١٩٩١م). **السنن الكبرىٰ**. ط١. تحقيق: عبد الغفار سليمان البنداري، سيد كسروي حسن. بيروت: دار الكتب العلمية.

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

جاوید احمد غامدی

تحقیق و تخریج: محمد عامر گزدر

لباس کی متکبرانہ وضع

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

—— ۱ ——

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ:[۱] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا، أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ،[۲] [ثُمَّ أَلْهَبَ فِيْهِ نَارًا]“.[۳]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسا لباس پہنا کہ اُس سے شہرت مقصود تھی، اللہ قیامت میں اُس کو ذلت کا لباس پہنائے گا، پھر اُس میں آگ بھڑکا دے گا۔[۱]

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جن گناہوں پر جہنم کی وعید سنائی ہے، اُن میں ایک بڑا گناہ تکبر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے دل میں رائی کے ایک دانے کے برابر بھی یہ پایا جائے، وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ نیز فرمایا ہے کہ عزت پروردگار کی ازار اور بزرگی اُس کی ردا ہے۔ جو اِن میں اُس کا مقابلہ کرے گا، اُسے

عذاب دیا جائے گا۔ یہ اصلاً ایک باطنی کیفیت ہے۔ انسان کا دل جب بندگی کے شعور اور خدا کی عظمت کے تصور سے خالی ہوتا ہے تو دولت، اقتدار، حسن، علم، طاقت اور ایسی ہی دوسری چیزیں اِس کا باعث بن جاتی ہیں۔ پھر اِس سے بڑے بڑے گناہ پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ حق کو حق سمجھتے ہوئے اُس کی تکذیب کر دینے، رنگ و نسل اور حسب و نسب کے اعتبار سے اپنے آپ کو برتر سمجھنے، دوسروں کو حقیر سمجھ کر اُن کا مذاق اڑانے، اُن پر طعن کرنے، برے القاب دینے اور پیٹھ پیچھے اُن کے عیب اچھالنے جیسے گناہوں کا محرک انسان کا یہی پندار نفس اور غرور و تکبر ہوتا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اِس کا ظہور جس طرح اِن سب چیزوں میں ہوتا ہے، اُسی طرح انسان کی چال ڈھال، وضع قطع، لباس اور نشست و برخاست میں بھی ہوتا ہے۔ خدا کے دین میں اِسی بنا پر اِن سے متعلق بعض چیزوں پر بھی سخت تنبیہ کی گئی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تمام چیزوں کے استعمال سے منع کیا ہے جن سے امارت کی نمایش ہوتی ہو یا وہ بڑائی مارنے، شیخی بگھارنے، دون کی لینے، دوسروں پر رعب جمانے یا اوباشوں کے طریقے پر دھونس دینے والوں کی وضع سے تعلق رکھتی ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اِسی قبیل سے ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن اصلاً مسند احمد، رقم ۶۶۹۵ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی تنہا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ مسند احمد کی اِس روایت کے علاوہ الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ یہ جن مراجع میں نقل ہوئی ہے، وہ یہ ہیں: مسند ابن جعد، رقم ۲۱۴۳۔ مسند احمد، رقم ۶۲۴۵۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۶۰۶، ۳۶۰۷۔ سنن ابی داؤد، رقم ۴۰۲۹۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۴۸۷۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۵۶۹۸۔

۲۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۴۸۷ میں یہاں 'یَوْمَ الْقِیَامَةِ' ''قیامت کے دن'' کے بجائے 'فِي الْآخِرَةِ' ''آخرت میں'' کے الفاظ آئے ہیں۔

۳۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۶۰۷۔

— ۲ —

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ[1]: ''اِلْبَسُوْا، فِيْ غَيْرِ مَخِيْلَةٍ وَلَا سَرَفٍ[2]، إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ تُرٰى نِعْمَتُهُ عَلٰى

عَبُدِہٖ''.

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا لباس پہنو، مگر اُس میں تکبر یا اسراف نہیں ہونا چاہیے، اِس لیے کہ اللہ اِس بات کو پسند کرتا ہے کہ اُس نے جو نعمت اپنے بندے کو دی ہے، وہ اُس پر نظر بھی آئے۔[۱]

۱۔ مطلب یہ ہے کہ لباس، رہن سہن، دفتر، مکان، ہر چیز میں اُس رفاہیت اور خوش حالی کی جھلک ہو سکتی ہے، بلکہ ہونی چاہیے جس سے اللہ نے اپنے کسی بندے کو نوازا ہے۔ صوفیانہ مذاہب کے برخلاف دین حق میں اِسی طرز عمل کو پسند کیا گیا ہے، لیکن تکبر یا اسراف کے ساتھ نہیں، بلکہ خدا کے متواضع اور عاجز بندوں کے طریقے پر جو اُس کی گرفت سے ڈرتے اور غریبوں کے لیے سراپا شفقت رہتے ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۶۷۰۸ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی تنہا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ اِس کے علاوہ یہ تعبیر کے کچھ فرق کے ساتھ جن مصادر میں وارد ہے، وہ یہ ہیں: مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۸۷۷۔ مسند احمد، رقم ۶۶۹۵۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۶۰۵۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۲۵۵۹۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۲۳۵۱۔ مستدرک حاکم، رقم ۱۸۸۷۔

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۸۷۷ میں یہاں 'مَا لَمُ يُخَالِطُهُ إِسُرَافٌ وَلَا مَخِيلَةٌ' ''جب تک اُس میں اسراف اور تکبر نہ در آئے'' کے الفاظ روایت ہوئے ہیں۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۶۰۵ میں 'مَا لَمُ يُخَالِطُهُ إِسُرَافٌ، أَوُ مَخِيلَةٌ' ''جب تک اُس میں اسراف یا تکبر کی آمیزش نہ ہو'' کی تعبیر نقل ہوئی ہے، جب کہ بعض روایات، مثلاً السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۲۵۵۹ میں 'فِي غَيُرِ إِسُرَافٍ، وَلَا مَخِيلَةٍ' ''اُس میں اسراف اور تکبر نہیں ہونا چاہیے'' کے الفاظ ہیں۔

— ۳ —

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:[1] "الْإِسْبَالُ فِي الْإِزَارِ، وَالْقَمِيصِ، وَالْعِمَامَةِ [سَوَاءٌ][2]، مَنْ جَرَّ مِنْهَا شَيْئًا خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہ بند نیچے لٹکتا ہوا چھوڑ دیا جائے یا قمیص اور عمامہ، سب کا حکم ایک ہی ہے۔ جس نے اِن میں سے کوئی چیز اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے نیچے لٹکائی اور اُس کو گھسیٹتا ہوا چلا، اللہ قیامت کے دن اُس کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گا۔[1]

ا۔ اِس باب کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب جاہلی میں متکبرین کا یہ عام طریقہ تھا کہ لمبا قمیص پہنیں گے، پگڑی کا شملہ کمر سے نیچے تک لٹکا ہوا ہوگا، تہ بند ٹخنوں سے اِس قدر نیچے ہوگا کہ گویا آدھا زمین پر گھسٹ رہا ہے۔ روایتوں میں 'اسبال' کا لفظ اِسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں لباس کی اِسی وضع پر وعید سنائی ہے۔ آگے کی تمام روایات بھی اِسی سے متعلق ہیں۔ یہ چیز، اگر غور کیجیے تو لباس کی اُنھی صورتوں میں نمایاں ہوتی ہے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے، ہماری شلوار، پاجامے اور پتلون وغیرہ سے اِس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تاہم کسی دوسرے لباس میں یہی چیز اگر کسی وقت نمایاں ہو جائے تو اُس کا حکم یقیناً وہی ہوگا جو اِس باب کی روایتوں میں بیان ہوا ہے۔

متن کے حواشی

ا۔ اِس روایت کا متن اصلاً مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۸۴۰ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی تنہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ کے علاوہ اس کے مراجع یہ ہیں: سنن ابن ماجہ، رقم ۳۵۷۶۔ سنن ابی داؤد، رقم ۴۰۹۴۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۳۴۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۳۷۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۳۲۰۹۔

۲۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۳۲۰۹۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

—— ۴ ——

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:[۱] قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى الْمُسْبِلِ [إِزَارَهُ][۲] يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ قیامت کے دن اُس شخص کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گا جو اپنا تہ بند نیچے لٹکائے رکھتا ہے۔[۱]

۱۔ یہ وعید اس بنا پر ہے کہ تکبر من جملہ کبائر ہے اور مستکبرین کے بارے میں قرآن نے تصریح کر دی ہے کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو سکتا ہے، لیکن کوئی مستکبر جنت میں نہیں جا سکتا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن اصلاً مسند احمد، رقم ۸۲۲۹ سے لیا گیا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ اِس کے علاوہ جامع معمر بن راشد، رقم ۱۹۹۸۱ اور مستخرج ابی عوانہ، رقم ۸۵۶۴ میں بھی نقل ہوئی ہے۔ آپ کا یہ ارشاد عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے اور اِن مراجع میں دیکھا جا سکتا ہے: مسند ابن جعد، رقم ۲۲۴۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۸۱۱۔ مسند احمد، رقم ۲۹۵۵۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۳۲۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۱۷، ۹۶۱۸، ۹۶۱۹۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۲۴۱۴۔

۲۔ یہ اضافہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک طریق مسند ابن جعد، رقم ۲۲۴۹ سے لیا گیا ہے۔

—— ۵ ——

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ:[۱] سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ أَسْبَلَ إِزَارَهُ فِي صَلَاتِهِ خُيَلَاءَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ[۲] فِي حِلٍّ وَلَا حَرَامٍ".

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے نماز میں اپنا تہ بند تکبر سے نیچے لٹکایا، اللہ کو اُس کے کسی حلال و حرام کی کوئی پروانہ ہوگی۔[1]

۱۔ یعنی خدا کی نگاہ میں وہ ناقابل التفات ہوگا۔ یہ وہی مضمون ہے جو دوسری روایتوں میں 'لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِ' وغیرہ کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ یہاں اسلوب میں سختی کی وجہ یہ ہے کہ اِس گناہ کا ارتکاب اگر اُس وقت بھی کیا جائے، جب خدا کے حضور میں عاجزی کے اظہار کا موقع ہوتا ہے تو اِس کی شناعت بہت زیادہ ہو جائے گی۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن سنن ابی داؤد، رقم ۶۳۷ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی تنہا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ اِس کے علاوہ یہ الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ اِن مصادر میں بھی دیکھ لی جاسکتی ہے: مسند بزار، رقم ۱۸۸۴۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۰۰۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۰۵۵۹۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۳۳۰۶۔

مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۸۰۶ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اِس باب کی ایک روایت یہ بھی نقل ہوئی ہے: 'أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ جَرِّ الْإِزَارِ' ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہ بند کو لٹکا کر گھسیٹنے سے منع فرمایا ہے''۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذاتی عمل بھی اِس باب میں بیان ہوا ہے۔ مصنف ہی کی رقم ۲۴۸۱۶ میں ہے: 'أَنَّهُ كَانَ يُسْبِلُ إِزَارَهُ فَقِيلَ لَهُ فِي ذٰلِكَ، فَقَالَ: إِنِّي رَجُلٌ حَمِشُ السَّاقَيْنِ' ''وہ اپنا تہ بند لٹکایا کرتے تھے۔ اُن سے جب اِس معاملے میں کچھ کہا جاتا تو فرماتے تھے: ''میں اِس لیے کر لیتا ہوں کہ دراصل پتلی پنڈلیوں والا آدمی ہوں''۔''

۲۔ بعض روایات، مثلاً مسند بزار، رقم ۱۸۸۴ میں یہاں 'فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ' کے بجائے 'لَمْ يَكُنْ مِنَ اللّٰهِ' کے الفاظ آئے ہیں اور راوی نے اُس میں اپنے اِس شک کا اظہار بھی کیا ہے کہ 'فِي الصَّلٰوةِ' ''نماز میں'' کے الفاظ آپ نے فرمائے تھے یا نہیں۔

— ٦ —

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ[1]: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ[2] خُيَلَاءَ[3]، لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ القِيَامَةِ"[4]. فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: إِنَّ أَحَدَ شِقَّيْ ثَوْبِيْ[5] يَسْتَرْخِيْ[6] [حَتّٰى يَقَعَ الْأَرْضَ[7]]، إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَ ذٰلِكَ مِنْهُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّكَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذٰلِكَ خُيَلَاءَ"[8].

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی ازار کا کپڑا غرور سے (زمین پر) گھسیٹتا ہوا چلے گا، اللہ قیامت کے دن اُس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں فرمائے گا۔ اِس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میری ازار کے کپڑے کی ایک طرف تو نیچے ہو کر زمین تک لٹک جاتی ہے، الّا یہ کہ ہر وقت اُس کا خیال کرتا رہوں۔ آپ نے فرمایا: تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے۔[1]

۱۔ مطلب یہ ہے کہ لٹک جاتی ہے، لیکن تم دانستہ نہیں لٹکاتے ہو کہ اُس سے تکبر یا متکبرانہ وضع کے ساتھ کسی مشابہت کا تاثر پیدا ہو۔ آپ کا یہ جواب پوری صراحت کے ساتھ واضح کر دیتا ہے کہ اِس معاملے میں حکم کی بنیاد فی الواقع تکبر ہی ہے۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن صحیح بخاری، رقم ۳۶۶۵ سے لیا گیا ہے۔ یہی مضمون عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ہُبیب بن مغفل غفاری رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہوا ہے۔ اسلوب و تعبیر اور تفصیلات میں، البتہ کچھ فرق ہے۔

صحیح بخاری کے اِس طریق کے علاوہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مضمون جن مصادر میں روایت ہوا ہے، وہ یہ ہیں: جامع معمر بن راشد، رقم ۱۹۹۸۰، ۱۹۹۸۴۔ موطا مالک، رقم ۷۰۰، ۷۰۲۔ احادیث اسماعیل بن جعفر، رقم ۴۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مسند طیالسی، رقم ۲۰۶۰۔ مسند حمیدی، رقم ۶۵۰۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۸۰۷، ۲۴۸۰۸۔ مسند اسحاق، رقم ۱۹۶۵۔ مسند احمد، رقم ۴۴۸۹، ۴۵۶۷، ۴۸۸۴، ۵۰۱۴، ۵۰۳۸، ۵۰۵۰، ۵۰۵۵، ۵۰۵۷، ۵۱۷۳، ۵۱۸۸، ۵۲۴۸، ۵۳۲۷، ۵۳۷۷، ۵۴۳۹، ۵۴۶۰، ۵۵۳۵، ۵۷۷۶، ۵۸۰۳، ۶۱۲۳، ۶۱۵۰، ۶۱۵۲، ۶۲۰۴، ۶۴۴۲۔ منتخب من مسند عبد بن حمید، رقم ۸۲۲۔ صحیح بخاری، رقم ۵۷۸۳، ۵۷۹۱۔ صحیح مسلم، رقم ۲۰۸۵۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۵۶۹۔ سنن ترمذی، رقم ۱۷۳۰، ۱۷۳۱۔ مسند بزار، رقم، ۵۵۴۹، ۵۵۵۰، ۵۵۵۱، ۶۰۹۰، ۶۰۹۱۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۲۷، ۵۳۲۸، ۵۳۳۶۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۳۶، ۹۶۴۱، ۹۶۴۲، ۹۶۴۳، ۹۶۴۴، ۹۶۴۵، ۹۶۴۷، ۹۶۴۸، ۹۶۴۹، ۹۶۵۱، ۹۶۵۲، ۹۶۷۶۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۵۵۷۲، ۵۶۴۴، ۵۷۲۲، ۵۷۹۴، ۵۸۲۵۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۱۴۸۲، ۸۵۷۲، ۸۵۷۳، ۸۵۷۴، ۸۵۷۵، ۸۵۷۶، ۸۵۷۷، ۸۵۷۸، ۸۵۷۹، ۸۵۸۰، ۸۵۸۱، ۸۵۸۲، ۸۵۸۳، ۸۵۸۴، ۸۵۸۵، ۸۵۸۶، ۸۵۸۷، ۸۵۸۸، ۸۵۸۹، ۸۵۹۰، ۸۵۹۱، ۸۵۹۲، ۸۵۹۳، ۸۵۹۴، ۸۵۹۵، ۸۵۹۶، ۸۵۹۷، ۸۵۹۸، ۸۵۹۹، ۸۶۰۰۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۴۴۳، ۶۵۸۱۔ المعجم الصغیر، طبرانی، رقم ۵۸۶۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۹۷۹، ۱۴۷۷، ۱۷۰۰، ۲۷۹۱۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۳۲۹۵۔ مسند شہاب، رقم ۱۰۶۱۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۳۲۵۲۔ معرفۃ السنن والآثار، بیہقی، رقم ۴۱۲۹۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اِس مضمون کی روایتوں کے مراجع یہ ہیں: موطا مالک، رقم ۷۰۱۔ احادیث اسماعیل بن جعفر، رقم ۱۴۴۔ مسند طیالسی، رقم ۲۶۰۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۸۱۰۔ مسند اسحاق، رقم ۷۰، ۷۱، ۷۲۔ مسند احمد، رقم ۹۰۰۴، ۹۳۰۵، ۹۵۵۵، ۹۸۵۴، ۱۰۰۲۳، ۱۰۲۰۷، ۱۰۵۴۱۔ صحیح بخاری، رقم ۵۷۸۸۔ صحیح مسلم، رقم ۲۰۸۷۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۵۷۱۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۴۰۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۸۵۶۰، ۸۵۶۱، ۸۵۷۰۔

ہُبیب بن مغفل غفاری رضی اللہ عنہ سے اِس مضمون کی روایت مسند احمد، رقم ۱۵۶۰۵، ۱۸۰۷۷ اور مسند ابی یعلیٰ، رقم ۱۵۴۲ میں دیکھ لی جا سکتی ہے۔ اُن سے اِس باب میں جو تنہا متن نقل ہوا ہے، وہ یہ ہے:

عَنْ هُبَيْبِ بْنِ مُغْفِلٍ الْغِفَارِيِّ، أَنَّهُ رَأَى مُحَمَّدًا الْقُرَشِيَّ قَامَ يَجُرُّ إِزَارَهُ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ هُبَيْبٌ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ وَطِئَهُ خُيَلَاءَ وَطِئَهُ فِي النَّارِ".

(مسند احمد، رقم ۱۵۶۰۵)

''ہُبیب بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے محمد قرشی کو دیکھا کہ وہ کھڑا اپنا تہ بند نیچے لٹکا کر گھسیٹ رہا ہے تو اُس سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے متکبرانہ اپنا تہ بند

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

زمین پر گھسیٹا، وہ اُس کو دوزخ میں بھی گھسیٹے گا۔‘‘

۲۔ مسند احمد، رقم ۵۰۳۸ میں یہاں ’ثَوْبَهُ‘ ’’اپنا کپڑا‘‘ کے بجاے ’ثَوْبًا مِنْ ثِيَابِهِ‘ ’’اپنے لباس کا کوئی کپڑا‘‘ کے الفاظ آئے ہیں، جب کہ بعض روایتوں، مثلاً جامع معمر بن راشد ہی کی رقم ۱۹۹۸۰ میں یہاں ’ثَوْبَهُ‘ کے بجاے ’إِزَارَهُ‘ ’’اپنا تہ بند‘‘ کے الفاظ ہیں۔

۳۔ مسند احمد، رقم ۵۰۱۴ میں یہاں ’مِنَ الْخُيَلَاءِ‘ کے بجاے ’مِنْ مَخِيلَةٍ‘ کے الفاظ روایت ہوئے ہیں۔ معنی کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۴۔ بعض طرق، مثلاً مسند طیالسی، رقم ۲۰۶۰ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے آپ کا یہ ارشاد اِس تعبیر کے ساتھ نقل ہوا ہے: ’مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ لَا يُرِيدُ بِذٰلِكَ إِلَّا الْمَخِيلَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ‘۔ جب کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعض طرق، مثلاً صحیح بخاری، رقم ۵۷۸۸ میں یہ اِس اسلوب میں نقل ہوا ہے: ’أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلٰى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا“‘ ’’قیامت کے دن اللہ اُس شخص کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گا جس نے تکبر سے اپنا تہ بند لٹکا کر گھسیٹا‘‘۔

۵۔ بعض روایتوں، مثلاً مسند احمد، رقم ۵۸۱۶ میں یہاں ’ثَوْبِي‘ ’’میرا کپڑا‘‘ کے بجاے ’إِزَارِي‘ ’’میرا تہ بند‘‘ کا لفظ آیا ہے۔

۶۔ مسند احمد، رقم ۶۳۴۰ میں اِس موقع پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے الفاظ اِس طرح نقل ہوئے ہیں: ’إِنَّهُ يَسْتَرْخِي إِزَارِي أَحْيَانًا‘ ’’میرا تہ بند بعض اوقات نیچے ہو کر لٹک جاتا ہے‘‘۔ صحیح بخاری، رقم ۶۰۶۲ میں ’إِنَّ إِزَارِي يَسْقُطُ مِنْ أَحَدِ شِقَّيْهِ؟‘ ’’میرا تہ بند ایک طرف سے نیچے گر جاتا ہے‘‘ کے الفاظ ہیں۔ سنن ابی داود، رقم ۴۰۸۵ میں ہے: ’إِنَّ أَحَدَ جَانِبَيْ إِزَارِي يَسْتَرْخِي‘ ’’میرے تہ بند کی ایک جانب نیچے لٹک جاتی ہے‘‘۔

۷۔ جامع معمر بن راشد، رقم ۴۵۲۔

۸۔ مسند حمیدی، رقم ۶۶۴ میں یہاں ’إِنَّكَ لَسْتَ مِنْهُمْ‘ ’’تم اُن میں سے نہیں ہو‘‘ کے الفاظ آئے ہیں۔ صحیح بخاری، رقم ۶۰۶۲ میں یہاں ’لَسْتَ مِمَّنْ يَصْنَعُهُ خُيَلَاءَ‘ ’’تم اُن میں سے نہیں ہو جو تکبر سے ایسا کرتے ہیں‘‘ کے الفاظ ہیں۔

روایت میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اپنے لباس کے بارے میں تردد کا اظہار اور آپ کی طرف سے اِس کی یہ وضاحت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ اِس باب کے جن طرق میں نقل ہوئی ہے، اُن کے مراجع یہ ہیں: جامع معمر بن راشد، رقم ۴۵۲، ۱۹۹۸۰۔ مسند حمیدی، رقم ۶۶۴۔ مسند احمد، رقم ۵۳۵۱، ۵۳۵۲، ۵۸۱۶،

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۶۲۰۳، ۶۳۴۰۔ صحیح بخاری، رقم ۵۷۸۴، ۶۰۶۲۔ سنن ابی داود، رقم ۴۰۸۵۔ سنن ترمذی، رقم ۵۴۴۴۔ مسند بزار، رقم ۶۰۵۴۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۳۵۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۳۸۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۳۳۱۴، ۳۳۱۵۔ معرفۃ السنن والآثار، بیہقی، رقم ۴۱۲۳۔

۔۔۔ ۷ ۔۔۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ[۱]، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَالَ فِيْ جَرِّ الذَّيْلِ مَا قَالَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَكَيْفَ بِنَا؟ فَقَالَ: "جُرِّيْهِ شِبْرًا"، فَقَالَتْ: إِذًا تَتَكَشَّفُ الْقَدَمَانِ[۲]، قَالَ: "فَجُرِّيْهِ ذِرَاعًا"[۳].

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دامن کو لٹکانے کے بارے میں فرمایا جو کچھ فرمایا[۱] تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، ہم عورتوں کے لیے کیا ہدایت ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: تم ایک بالشت نیچے لٹکا سکتی ہو۔[۲] ام سلمہ نے عرض کیا: اِس طرح تو ہمارے پاؤں کھل جائیں گے۔[۳] آپ نے فرمایا: اچھا تو ہاتھ برابر لٹکا لو۔[۴]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۱۔ مطلب یہ ہے کہ دامن کے بارے میں بھی وہی ہدایت فرمائی جو مردوں کو اُن کی ازار کے بارے میں فرمائی ہے۔ یہ اِس لیے کہ اسبال کرتے اور قمیص میں بھی ہوتا تھا، جس طرح کہ پیچھے روایت میں بیان ہوا ہے۔ یہاں اگرچہ ابہام کا اسلوب ہے، لیکن آگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے 'قَالَ فِيْ جَرِّ الذَّيْلِ مَا قَالَ' کا یہ مدعا بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

۲۔ یعنی آدھی پنڈلی سے ایک بالشت نیچے۔ اِس کا قرینہ یہ ہے کہ پچھلی روایت میں جو وعید مذکور ہے، اُس کے ساتھ آپ ازار کو یہیں تک رکھنے کی تاکید بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اِسی کے پیش نظر پوچھا اور آپ نے اِسی کے مطابق جواب دیا ہے۔

۳۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اُس زمانے میں عورتیں اپنے پاؤں بھی دوسروں کے سامنے کھولنا پسند نہیں کرتی تھیں۔ یہ، ظاہر ہے کہ حیا کے احساس کا سماجی اطلاق ہے جو زمانے کی تبدیلی کے ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ اِس سے

شریعت کا کوئی حکم اخذ کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

۴۔ یعنی ہاتھ برابر لٹکانے کے نتیجے میں اگر ٹخنوں سے کچھ نیچے بھی ہو جائے تو مضایقہ نہیں ہے، لیکن اِس سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند ابی یعلیٰ، رقم ۶۸۹۱ سے لیا گیا ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اِس واقعے کو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے متن کے کچھ اختلاف کے ساتھ اِس کے متابعات اِن مصادر میں مذکور ہیں: موطا مالک، رقم ۱۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۸۹۰۔ مسند اسحاق، رقم ۱۸۴۱۔ مسند احمد، رقم ۲۶۵۱۱، ۲۶۵۳۲، ۲۶۶۳۶، ۲۶۶۸۱۔ سنن دارمی، رقم ۲۶۸۶۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۵۸۰۔ سنن ابی داود، رقم ۴۱۱۷، ۴۱۱۸۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۵۳، ۹۶۵۴، ۹۶۵۵، ۹۶۵۷، ۹۶۵۸، ۹۶۵۹، ۹۶۶۰، ۹۶۶۱، ۹۶۶۲۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۳۷، ۵۳۳۸، ۵۳۳۹۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۶۸۹۰، ۶۸۹۱، ۶۹۷۷۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۵۷۹، ۹۱۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۳۲۵۳۔ شعب الایمان، بیہقی، رقم ۵۷۳۵۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اِس واقعے کی روایت اِن مراجع میں دیکھ لی جا سکتی ہیں: جامع معمر بن راشد، رقم ۱۹۹۸۴۔ مسند اسحاق، رقم ۱۹۶۵۔ مسند احمد، رقم ۴۴۸۹، ۵۱۷۳۔ سنن ترمذی، رقم ۱۷۳۱۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۳۶۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۵۱، ۹۶۵۲۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۸۶۰۰۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۳۲۵۲۔

۲۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ روایتوں میں متعدد اسالیب میں نقل ہوا ہے۔ بعض طرق، مثلاً المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۰۰۸ میں یہاں اُنھی سے 'إِذًا تَنْكَشِفُ الْقَدَمَانِ' ''اِس طرح تو پاؤں ظاہر ہو جائیں گے'' کے الفاظ آئے ہیں۔ کئی طرق، مثلاً مسند احمد، رقم ۴۴۸۹ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہاں 'إِذَنْ تَبْدُوَ أَقْدَامُنَا' ''اِس طرح تو ہمارے پاؤں ظاہر ہو جائیں گے'' کے الفاظ ہیں۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۳۲۵۲ میں اُنھی سے یہاں 'إِذًا تَخْرُجُ سُوقُهُنَّ' ''اِس طرح تو اُن کی پنڈلیاں کھل جائیں گی'' کے الفاظ بھی روایت ہوئے ہیں۔

۳۔ کئی طرق، مثلاً مسند اسحاق، رقم ۱۸۴۱ میں ہے کہ آپ نے عورتوں کو اپنا دامن ہاتھ برابر لٹکا لینے کی ہدایت کے

ساتھ یہ فرمایا کہ ’لَا یَزِدْنَ عَلَیْہِ‘ ’’اِس سے زیادہ نہ لٹکائیں‘‘۔

— ۸ —

عَنْ الشَّرِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ الثَّقَفِيِّ،[1] أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تبعَ رَجُلًا مِنْ ثَقِيفٍ [قَدْ أَسْبَلَ إِزَارَهُ]،[2] حَتّٰى هَرْوَلَ فِي أَثَرِهِ، حَتّٰى أَخَذَ ثَوْبَهُ، فَقَالَ: ”ارْفَعْ إِزَارَكَ [وَاتَّقِ اللّٰهَ]“.[3] قَالَ: فَكَشَفَ الرَّجُلُ عَنْ رُكْبَتَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي أَحْنَفُ، وَتَصْطَكُّ رُكْبَتَايَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”[ارْفَعْ إِزَارَكَ]،[4] كُلُّ خَلْقِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حَسَنٌ“، قَالَ: وَلَمْ يُرَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ إِلَّا وَإِزَارُهُ إِلٰى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ حَتّٰى مَاتَ.[5]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

شرید بن سُوید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبیلۂ ثقیف کے ایک آدمی کے پیچھے چلے جس نے اپنا تہ بند نیچے لٹکا رکھا تھا، یہاں تک کہ تیز چلتے ہوئے آپ اُس کے پاس پہنچ گئے اور اُس کی ازار کا کپڑا پکڑ کر فرمایا: اپنا تہ بند اوپر کرو اور اللہ سے ڈرو۔ اُس نے اِس پر اپنے گھٹنوں سے کپڑا اٹھا کر عرض کیا: یارسول اللہ، میرے پاؤں ٹیڑھے ہیں اور چلتے ہوئے میرے گھٹنے ایک دوسرے سے رگڑ کھاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کوئی بات نہیں)، تم اپنا تہ بند اونچا رکھو، اللہ کی ہر تخلیق اچھی ہی ہے۔[1] راوی کہتے ہیں کہ اِس کے بعد مرتے دم تک اُس شخص کو جب بھی دیکھا گیا، اُس کا تہ بند آدھی پنڈلیوں تک ہی رہتا تھا۔

۱۔ اِس طرح کے معاملات میں سختی اور نرمی موقع ومحل کے لحاظ سے بھی ہوتی ہے اور افراد کے لحاظ سے بھی۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک اثر سے، جس کا حوالہ اوپر متن کے حواشی میں گزر چکا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ وہ متعذرین کے لیے اِسے ضروری نہیں سمجھتے تھے۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن اصلاً مسند احمد، رقم ۱۹۴۷۲ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی تنہا شرید بن سُوید ثقفی رضی اللہ عنہ ہیں۔ مسند احمد کی اِس روایت کے علاوہ اِس واقعے کے مراجع یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۱۹۴۷۵۔ مسند حمیدی، رقم ۸۲۹۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۷۲۴۰۔

۲۔ مسند حمیدی، رقم ۸۲۹۔

۳۔ مسند احمد، رقم ۱۹۴۷۵۔

۴۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۷۲۴۰۔

۵۔ بعض روایتوں، مثلاً المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۷۹۰۹ میں اِسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہوا ہے، وہ فرماتے ہیں:

بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ لَحِقَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ الْأَنْصَارِيُّ فِيْ حُلَّةِ إِزَارٍ وَرِدَاءٍ، قَدْ أَسْبَلَ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ بِنَاحِيَةِ ثَوْبِهِ، وَيَتَوَاضَعُ لِلّٰهِ وَيَقُوْلُ: "اللّٰهُمَّ عَبْدُكَ، وَابْنُ عَبْدِكَ، وَابْنُ أَمَتِكَ"، حَتّٰى سَمِعَهَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، فَالْتَفَتَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ أَحْمَشُ السَّاقَيْنِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا عَمْرَو بْنَ زُرَارَةَ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَحْسَنَ كُلَّ خَلْقِهِ يَا عَمْرَو بْنَ زُرَارَةَ، إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْبِلِيْنَ"، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفِّهِ تَحْتَ رُكْبَةِ نَفْسِهِ، فَقَالَ: "يَا عَمْرَو بْنَ زُرَارَةَ، هٰذَا مَوْضِعُ الْإِزَارِ"، ثُمَّ رَفَعَهَا، ثُمَّ وَضَعَهَا تَحْتَ ذٰلِكَ فَقَالَ: "يَا عَمْرَو بْنَ زُرَارَةَ، هٰذَا مَوْضِعُ الْإِزَارِ"، ثُمَّ رَفَعَهَا، ثُمَّ وَضَعَهَا تَحْتَ ذٰلِكَ فَقَالَ: "يَا عَمْرَو بْنَ زُرَارَةَ هٰذَا مَوْضِعُ الْإِزَارِ".

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے کہ عمرو بن زرارہ بھی اِس اثنا میں تہ بند اور چادر کی ایک پوشاک پہنے حاضر ہوئے۔ اُنھوں نے اپنا کپڑا نیچے لٹکایا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو اُس کے کپڑے کا کنارہ پکڑ کر اللہ کے لیے عاجزی کا اظہار کرنے لگے، آپ نے فرمایا: اے اللہ، تیرا بندہ ہے، تیرے غلام اور تیری بندی کا بیٹا ہے، یہاں تک کہ آپ کے یہ کلمات عمرو بن زرارہ نے بھی سن لیے تو اُنھوں نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر عرض

کیا: اے اللہ کے رسول، میں یہ اِس لیے کر لیتا ہوں کہ میری پنڈلیاں دبلی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس پر فرمایا: اے عمرو بن زرارہ، اللہ نے اپنی تمام مخلوقات کو نہایت خوبی سے تخلیق فرمایا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ کپڑے نیچے لٹکائے رکھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھٹنے کے نیچے ہتھیلی رکھ کر فرمایا: اے عمرو بن زرارہ، تہ بند لٹکانے کی جگہ یہ ہے۔ پھر آپ نے اپنی ہتھیلی اٹھالی اور اُس کو اُس جگہ سے ذرا نیچے رکھ کر فرمایا: اے عمرو بن زرارہ، تہ بند لٹکانے کی جگہ یہ ہے۔ پھر آپ نے اپنی ہتھیلی اٹھائی اور اُس کو اُس جگہ سے ذرا نیچے رکھ کر فرمایا: اے عمرو بن زرارہ، تہ بند لٹکانے کی جگہ یہ ہے۔''

یہ واقعہ الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ مسند احمد، رقم ۱۷۷۸۲ اور مسند شامیین، طبرانی، رقم ۱۲۳۷ میں بھی نقل ہوا ہے۔

اِس باب میں ایک واقعہ جابر بن سُلیم ہُجیمی رضی اللہ عنہ سے بھی بعض روایتوں، مثلاً مسند احمد، رقم ۲۰۶۳۳ میں منقول ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کی کچھ مفید باتیں سکھانے کی درخواست کی تو آپ نے جو نصیحتیں اُس موقع پر اُن کو فرمائیں، اُن میں ایک یہ بات بھی تھی: 'وَإِيَّاكَ وَتَسْبِيلَ الْإِزَارِ، فَإِنَّهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ، وَالْخُيَلَاءُ لَا يُحِبُّهَا اللّٰهُ'، ''تہ بند کو لٹکانے سے اجتناب کرنا، اِس لیے کہ ایسا غرور کی بنا پر کیا جاتا ہے اور غرور اللہ کو بالکل پسند نہیں ہے''۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اِس واقعے کے راوی تنہا جابر بن سُلیم رضی اللہ عنہ ہیں۔ مسند احمد کی اِس روایت کے علاوہ الفاظ اور تفصیلات کے کچھ فرق کے ساتھ یہ جن مراجع میں نقل ہوا ہے، وہ یہ ہیں: مسند ابن جعد، رقم ۳۱۰۰۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۸۲۲، ۷۹۲۔ مسند احمد، رقم ۲۰۶۳۴۔ سنن ابی داؤد، رقم ۴۰۸۴۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۱۶۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۲۲۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۶۳۸۶۔ مستدرک حاکم، رقم ۷۳۸۲۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۲۱۰۹۳۔

— ۹ —

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ[۲] مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ".[۳]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہ بند کا جتنا حصہ ٹخنوں سے

نیچے ہے، وہ دوزخ میں ہوگا۔[1]

۱۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ تہ بند کو اِس طرح اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے ٹخنوں سے نیچے لٹکاتے ہیں، اُن کا یہ عمل اُنھیں دوزخ میں لے جانے کا باعث بن جائے گا۔ یہ اُسی طرح کا اسلوب ہے، جیسے کسی کو جوا کھیلتے دیکھ کر کہا جائے کہ تمھارا یہ جوا ایک دن جیل میں ہوگا، یعنی اِس کی بنا پر تم جیل کی ہوا کھاؤ گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں یہ اسلوب جگہ جگہ اختیار کیا گیا ہے۔ اِس میں بڑائی ظاہر کرنے کی شرط اِس باب کی دوسری روایات اور حلال و حرام کے معاملے میں قرآن کے صریح نصوص کی روشنی میں عائد کی گئی ہے۔ اِس طرح کی مجمل روایتوں کو سمجھنے کا صحیح اصول یہی ہے۔ اِسے ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

متن کے حواشی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۱۔ اِس روایت کا متن صحیح بخاری، رقم ۵۷۸۷ سے لیا گیا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ سمرہ بن جُندب رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہوئی ہے۔ اسالیب کے معمولی فرق کے ساتھ یہ جن مصادر میں دیکھی جا سکتی ہے، وہ یہ ہیں: مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۸۲۴۔ مسند احمد، رقم ۷۴۶۷، ۹۳۱۹، ۹۹۳۴، ۱۰۴۶۱، ۲۰۰۹۸، ۲۰۱۶۸۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۳۰، ۵۳۳۱۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۲۵، ۹۶۲۸، ۹۶۳۹۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۶۹۷۱۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۳۳۱۸۔

۲۔ بعض طرق، مثلاً السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۳۰ میں یہاں ’مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ‘ کے بجائے اِسی مفہوم میں ’مَا تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ‘ کے الفاظ بھی روایت ہوئے ہیں۔

۳۔ مسند احمد، رقم ۱۰۴۶۱ میں یہاں ’فَفِي النَّارِ‘ کے بجائے ’فَهُوَ فِي النَّارِ‘ کے الفاظ آئے ہیں۔

—— ۱۰ ——

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَسَانِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةً مِنْ حَرِيْرٍ مِنْ حُلَلِ السِّيَرَاءِ مِمَّا أَهْدٰى إِلَيْهِ فَيْرُوْزُ، فَلَبِسْتُ الْإِزَارَ فَأَغْرَقَنِي عَرْضًا

وَطُولًا، فَسَحَبتُ، وَلَبِستُ الرِّدَاءَ، فَتَقَنَّعتُ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: ''يَا عَبدَ اللّٰهِ، ارفَعِ الإِزَارَ، فَإِنَّ مَا مَسَّ التُّرَابَ إِلَى أَسفَلِ الكَعبَينِ فِي النَّارِ''.[۲]

ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دھاریوں والے کپڑوں میں سے ایک ریشمی جوڑا پہننے کے لیے دیا جو آپ کو فیروز[۱] نے ہدیہ کیے تھے۔ میں نے آپ سے لے کر تہ بند باندھا تو لمبائی اور چوڑائی میں اُس نے مجھے اِس طرح ڈھانپ لیا کہ میں اُس کو گھسیٹنے لگا۔ پھر چادر اوڑھی تو اُس میں چھپ کر رہ گیا۔ آپ نے یہ دیکھا تو فرمایا: عبداللہ، اپنا تہ بند اوپر اٹھاؤ، اِس لیے کہ اِس کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے کی طرف لٹکتا ہوا زمین کو چھوئے گا،[۲] وہ دوزخ میں ہوگا۔

۱۔ یہ فیروز کون تھا؟ اِس کے بارے میں کوئی بات تعین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی۔ تاہم خیال ہوتا ہے کہ شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ مراد ہوں گے۔

۲۔ یعنی متکبرانہ لٹکتا ہوا زمین کو چھوئے گا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند ابی یعلیٰ، رقم ۵۷۱۴ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی تنہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اِس کے علاوہ یہ واقعہ الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ جن مصادر میں وارد ہے، وہ یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۵۶۹۳، ۵۷۱۳، ۵۷۱۴، ۵۷۲۷، ۶۴۱۹۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۳۴۳۳۔

۲۔ اِس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک دوسرا واقعہ بھی بعض روایتوں، مثلاً مسند احمد میں اِس طرح نقل ہوا ہے:

عَنِ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: دَخَلتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيَّ إِزَارٌ يَتَقَعقَعُ، فَقَالَ: ''مَن هٰذَا؟'' قُلتُ: عَبدُ اللّٰهِ بنُ عُمَرَ. قَالَ: ''إِن كُنتَ عَبدَ اللّٰهِ فَارفَع إِزَارَكَ''، فَرَفَعتُ إِزَارِي إِلَى نِصفِ السَّاقَينِ، فَلَم تَزَل ''إِزرَتُهُ حَتّٰى مَاتَ''. (رقم ۶۲۶۳)

”ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک نیا تہ بند پہن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: یہ کون صاحب ہیں؟ میں نے عرض کیا: عبد اللہ بن عمر۔ فرمایا: تم اگر اللہ کے بندے ہو تو اپنا تہ بند اوپر کرو۔ چنانچہ میں نے اپنا تہ بند آدھی پنڈلیوں تک اوپر کر لیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ مرتے دم تک اُن کا تہ بند پھر اسی طرح رہا۔“

صحیح مسلم، رقم ۲۰۸۶ میں اُنھی سے یہ واقعہ اِس طرح روایت ہوا ہے: 'مَرَرْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ إِزَارِي اسْتِرْخَاءٌ، فَقَالَ: "يَا عَبْدَ اللّٰهِ، ارْفَعْ إِزَارَكَ"، فَرَفَعْتُهُ، ثُمَّ قَالَ: "زِدْ"، فَزِدْتُ، فَمَا زِلْتُ أَتَحَرَّاهَا بَعْدُ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: إِلٰى أَيْنَ؟ فَقَالَ: أَنْصَافِ السَّاقَيْنِ' ”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ میرا تہ بند اُس وقت نیچے لٹکا ہوا تھا۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا: عبد اللہ، اپنا تہ بند اوپر کرو۔ چنانچہ میں نے اُس کو اوپر کر لیا۔ آپ نے پھر فرمایا: ذرا اور اوپر کرو۔ میں نے کچھ اور اوپر کیا۔ پھر میں تہ بند باندھنے کی صحیح جگہ کو سمجھنے کے لیے اُس کو اوپر کرتا رہا۔ اِسی اثنا میں لوگوں میں سے کسی نے پوچھا: کہاں تک اوپر کرنا چاہیے؟ اِس پر آپ نے فرمایا: آدھی پنڈلیوں تک“۔

مسند احمد اور صحیح مسلم کے علاوہ یہ واقعہ الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ اِن مراجع میں بھی دیکھ لیا جا سکتا ہے: مستخرج ابی عوانہ، رقم ۸۶۰۱۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۴۳۴۰۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۳۳۳۱۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۳۳۱۶۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

— ۱۱ —

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْإِزَارُ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ"، فَلَمَّا رَاٰى شِدَّةَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، قَالَ: "إِلَى الْكَعْبَيْنِ، لَا خَيْرَ فِيْمَا أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ".

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہ بند آدھی پنڈلی تک ہونا چاہیے[1]۔ پھر جب آپ نے دیکھا کہ یہ بات مسلمانوں پر گراں گزر رہی ہے تو فرمایا: ٹخنوں تک کر لو، لیکن اِس سے نیچے ہوا تو اِس میں کوئی خیر نہیں ہے۔

۱۔ اِس لیے کہ یہیں تک رکھو گے تو اوباشوں اور متکبرین کی وضع سے دور رہو گے۔ کسی برائی سے روکنے کا صحیح طریقہ یہی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اِسے ہی اختیار فرمایا، تاہم بعد میں واضح کر دیا کہ اصلی مطلوب کیا

ہے اور کہاں تک لازماً احتیاط کرنی چاہیے۔ یہ بات بھی، ظاہر ہے کہ تہ بندہی کے بارے میں کہی جاسکتی ہے، اِسے دوسرے کسی لباس سے متعلق قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہ صرف تہ بندہی ہے جسے اگر بہت اوپر نہ رکھا جائے تو لٹک کر وہ صورت پیدا کر دیتا ہے جس سے روکنا مقصود ہے۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۱۳۶۰۵ سے لیا گیا ہے۔ مسند احمد، رقم ۱۳۶۹۲ میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی سے یہ روایت الفاظ کے فرق کے ساتھ اِس طرح بھی نقل ہوئی ہے: ''"الْإِزَارُ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ"، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: "أَوْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَلَا خَيْرَ فِي أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ"'' ''تہ بند آدھی پنڈلی تک ہونا چاہیے۔ پھر جب آپ کا یہ حکم لوگوں کو کچھ گراں گزرا تو آپ نے فرمایا: یا پھر ٹخنوں تک کر لو، لیکن اِس سے نیچے ہوا تو اِس میں کوئی خیر نہیں ہے''۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

—— ۱۲ ——

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوبَ الْجُهَنِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ: هَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْإِزَارِ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ بِعِلْمٍ سَمِعْتُهُ يَقُولُ:[1] "إِزْرَةُ الْمُؤْمِنِ[2] إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ، لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ، وَمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ هُوَ فِي النَّارِ"،[3] يَقُولُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.[4]

عبدالرحمٰن بن یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے ابوسعید سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تہ بند کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ اُنھوں نے بتایا کہ ہاں، میں نے پورے علم کے ساتھ سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: مسلمان کا تہ بند آدھی پنڈلیوں تک ہونا چاہیے۔ پھر اِن کے اور ٹخنوں کے درمیان ہو تو اِس میں بھی کوئی حرج نہیں، لیکن جو حصہ ٹخنوں سے نیچے گھسٹتا ہو[1]، اُس کی جگہ دوزخ ہے۔ آپ یہ بات تین مرتبہ دہراتے رہے۔

۱۔یعنی اُسی مقصد سے نیچے گھسٹتا ہو جو اِس طرح کی وضع سے متکبرین کے پیش نظر ہوتا ہے۔

متن کے حواشی

۱۔اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۱۱۰۲۸ سے لیا گیا ہے۔ یہ اور اِس سے پچھلی روایت کا مضمون اسلوب و تعبیر کے کچھ فرق کے ساتھ انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہوا ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ مسند احمد کی اِس روایت کے علاوہ اِن مصادر میں بھی دیکھ لی جا سکتی ہے: موطا مالک، رقم ۳۰۲۷۔ احادیث اسماعیل بن جعفر، رقم ۳۰۵۔ مسند طیالسی، رقم ۲۳۴۲۔ مسند حمیدی، رقم ۷۵۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۸۲۱۔ مسند احمد، رقم ۱۱۰۱۰، ۱۱۲۵۶، ۱۱۳۹۷، ۱۱۴۸۷، ۱۱۹۲۵۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۵۷۳۔ سنن ابی داؤد، رقم ۴۰۹۳۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۳۱، ۹۶۳۲، ۹۶۳۳، ۹۶۳۴۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۹۸۰۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۸۶۰۲، ۸۶۰۳، ۸۶۰۴، ۸۶۰۵، ۸۶۰۶۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۴۴۶، ۵۴۴۷، ۵۴۵۰۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۵۲۰۴۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۳۳۱۷۔ انس رضی اللہ عنہ سے اِس کے مراجع یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۱۲۴۲۴، ۱۳۶۰۵، ۱۳۶۹۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اِس کے مصادر یہ ہیں: احادیث اسماعیل بن جعفر، رقم ۲۲۹۔ مسند احمد، رقم ۷۸۵۷، ۱۰۵۵۵۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۲۷، ۹۶۲۹، ۹۶۳۰۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۶۶۴۸۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۸۶۰۷، جب کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۳۵ اور المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۴۱۲ میں نقل ہوئی ہے۔

۲۔بعض روایتوں، مثلاً مسند احمد، رقم ۱۱۳۹۷ میں یہاں 'اَلْمُؤْمِن' کے بجائے 'اَلْمُسْلِم' کا لفظ آیا ہے۔

۳۔مسند احمد، رقم ۷۸۵۷ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آپ کا یہ ارشاد اِن الفاظ میں بھی روایت ہوا ہے: 'إِزْرَةُ الْمُؤْمِنِ إِلٰی عَضَلَةِ سَاقَيْهِ، ثُمَّ إِلٰی نِصْفِ سَاقَيْهِ، ثُمَّ إِلٰی كَعْبَيْهِ، فَمَا كَانَ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ فِي النَّارِ' ''بندۂ مومن کا تہ بند پنڈلیوں کے گوشت والی جگہ تک ہونا چاہیے، پھر آدھی پنڈلیوں تک، یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر ٹخنوں تک۔ لیکن اُس کا جتنا حصہ اِس سے نیچے ہے، وہ دوزخ میں ہوگا''۔

اِس مضمون کے بعض طرق، مثلاً موطا مالک، رقم ۳۰۲۷ میں یہ اضافہ بھی روایت کے آخر میں نقل ہوا ہے: 'لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلٰی مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا' ''قیامت کے دن اللہ ایسے شخص کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرے

گا جس نے تکبر سے اپنا تہ بند لٹکا کر گھسیٹا''۔

۴۔ روایت کا یہی مضمون کئی طریقوں سے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہوا ہے۔ تاہم اسالیب مختلف ہیں۔ چنانچہ مسند حمیدی، رقم ۴۵۰ میں ہے: عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَسْفَلِ مِنْ عَضَلَةِ سَاقِي أَوْ سَاقِهِ فَقَالَ: هٰذَا مَوْضِعُ الْإِزَارِ فَإِنْ أَبَيْتَ فَأَسْفَلَ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَأَسْفَلَ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَلَا حَقَّ لِلْإِزَارِ فِيمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ ''حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی یا غالباً اپنی پنڈلی کا گوشت والا حصہ پکڑ کر فرمایا: تہ بند کی جگہ یہاں تک ہے۔ اگر ٹھیک نہ لگے تو ذرا نیچے کر لو، پھر بھی موزوں نہ ہو تو اور نیچے کر لو، لیکن ٹخنوں سے نیچے تہ بند کا کوئی حق نہیں ہے''۔

مسند حمیدی کے علاوہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت تعبیرات کے کچھ اختلاف کے ساتھ جن مراجع میں نقل ہوئی ہے، وہ یہ ہیں: مسند طیالسی، رقم ۴۲۶۔ مسند ابن جعد، رقم ۲۵۵۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۸۱۸۔ مسند احمد، رقم ۲۳۲۴۳، ۲۳۳۵۶، ۲۳۳۷۸، ۲۳۴۰۲۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۵۷۲۔ سنن ترمذی، رقم ۱۷۸۳۔ مسند بزار، رقم ۲۹۷۴۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۲۹۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۰۶، ۹۶۰۷، ۹۶۰۸، ۹۶۰۹، ۹۶۱۰۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۴۴۵، ۵۴۴۸، ۵۴۴۹۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۱۷۷۹، ۲۰۷۹۔

یہی واقعہ ایک طریق میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اپنی نسبت سے بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۰۵ میں ہے: عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَضَلَةِ سَاقِي، فَقَالَ: "اتَّزِرْ إِلٰى هَاهُنَا أَسْفَلَ مِنْ عَضَلَةٍ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَلَا حَقَّ لِلْإِزَارِ فِي الْكَعْبَيْنِ"'' ''براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی کا گوشت والا حصہ پکڑ کر فرمایا: اِس جگہ سے ذرا نیچے تک تہ بند کو لٹکا سکتے ہو۔ اگر یہ نہیں کر سکتے، تب بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ ٹخنوں پر تہ بند کا کوئی حق نہیں ہے''۔

۱۳

إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ:[1] سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ رَجُلًا[2] مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ [فِي الْجَاهِلِيَّةِ][3] كَانَ [يَمْشِي فِي طَرِيقٍ][4] يَتَبَخْتَرُ[5] فِي حُلَّةٍ لَهُ قَدْ أَعْجَبَتْهُ جُمَّتُهُ وَبُرْدَاهُ،[6] [قَدْ أَسْبَلَ إِزَارَهُ]،[7] إِذْ خُسِفَ بِهِ الْأَرْضُ،[8] فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيهَا حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ".[9]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زمانۂ جاہلیت میں تمھارے اگلوں کا ایک شخص بہترین لباس میں اتراتا ہوا راستے پر چلا جا رہا تھا، اُس کے انداز سے ظاہر تھا کہ اُسے اپنے خوب صورت بالوں اور اپنی چادروں پر ناز ہے جو اُس نے اوڑھی ہوئی تھیں، اپنا تہ بند اُس نے نیچے لٹکا رکھا تھا کہ اِسی اثنا میں اُس کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ اب وہ قیامت کے قائم ہونے تک اِسی طرح زمین میں دھنستا رہے گا۔[1]

۱۔ قرآن میں اِسی طرح کا واقعہ بنی اسرائیل کے ایک متکبر قارون کے بارے میں بیان ہوا ہے۔ بائیبل میں تصریح ہے کہ اُس نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں سرکشی اختیار کی، یہاں تک کہ مباہلے کی نوبت آ گئی اور اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا دی گئی۔ اِس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ بھی غالباً اِسی طرح کے کسی شخص کا ذکر ہے جس نے خدا کے کسی رسول کی طرف سے اتمام حجت کے باوجود اپنے اِس رویے پر اصرار کیا ہو گا، جس طرح کہ قوم لوط، قوم شعیب اور اِس طرح کی قوموں کے لوگوں نے اپنے بعض گناہوں پر کیا اور اُس کے نتیجے میں خدا کے عذاب کا نشانہ بن گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں اِس کی مثال ابولہب ہے جس کا انجام قرآن میں بھی مذکور ہے اور اُس کی تفصیلات روایتوں میں بھی دیکھ لی جا سکتی ہیں۔ اِس طرح کے واقعات کو اِس پہلو سے دیکھنا اِس لیے ضروری ہے کہ دنیا میں اِس طریقے سے فوراً جزا و سزا کا ظہور اللہ تعالیٰ کا عام طریقہ نہیں ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن اصلاً مسند احمد، رقم ۹۳۴۶ سے لیا گیا ہے۔ الفاظ کے اختلاف اور اجمال و تفصیل کے کچھ فرق کے ساتھ یہ واقعہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اِس کے مراجع یہ ہیں: جامع معمر بن راشد، رقم ۱۹۹۸۳۔ احادیث اسماعیل بن جعفر، رقم ۳۰۶۔ مسند ابن جعد، رقم ۱۱۳۲۔ مسند اسحاق، رقم ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۵۰۰۔ مسند احمد، رقم ۷۶۳۰، ۸۱۷۷، ۹۰۶۵، ۹۸۸۶، ۱۰۰۳۳، ۱۰۳۸۳، ۱۰۸۶۹۔ سنن دارمی، رقم ۴۵۱۔ صحیح بخاری، رقم ۵۷۸۹۔ صحیح مسلم، رقم ۲۰۸۸۔ السنن الکبریٰ،

نسائی، رقم ۹۵۹۹۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۶۴۸۴۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۸۵۵۹، ۸۵۶۲، ۸۵۶۳، ۸۵۶۵، ۸۵۶۶، ۸۵۶۷، ۸۵۶۸، ۸۵۶۹۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۶۸۴۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۷۷۲۰۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ اِن مصادر میں دیکھ لیا جا سکتا ہے: مسند احمد، رقم ۵۳۴۰۔ صحیح بخاری، رقم ۳۴۸۵، ۵۷۹۰۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۲۶۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۵۹۸۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۸۵۷۱۔

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ جن مراجع میں نقل ہوا ہے، وہ یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۷۰۷۴۔ سنن ترمذی، رقم ۲۴۹۱۔ مسند بزار، رقم ۲۴۰۷، ۲۴۰۸۔

۲۔ مسند اسحاق، رقم ۵۰۰ میں یہاں 'إِنَّ رَجُلاً' ''ایک شخص'' کے بجائے 'بَيْنَمَا شَابٌّ' ''اِس اثنا میں کہ ایک نوجوان'' کے الفاظ ہیں۔

۳۔ یہ اضافہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ایک طریق، مسند بزار، رقم ۲۴۰۷ سے لیا گیا ہے۔

۴۔ احادیث اسماعیل بن جعفر، رقم ۳۰۶۔

۵۔ مسند اسحاق، رقم ۵۰۰ میں یہاں 'يَتَبَخْتَرُ' ''ناز کرتے ہوئے'' کے بجائے 'مُخْتَالاً فَخُورًا' ''غرور و فخر سے'' کے الفاظ روایت ہوئے ہیں۔

۶۔ احادیث اسماعیل بن جعفر، رقم ۳۰۶ میں یہاں 'وَبُرْدَاهُ' ''اور اپنی دونوں چادروں'' کے بجائے 'وَرِدَاؤُهُ' ''اور اپنی چادر'' کے الفاظ ہیں۔

۷۔ جامع معمر بن راشد، رقم ۱۹۹۸۳۔

۸۔ مسند اسحاق، رقم ۵۰۰ میں یہاں 'خُسِفَ بِهِ الْأَرْضُ' ''اُس کو زمین میں دھنسا دیا گیا'' کے بجائے 'ابْتَلَعَتْهُ الْأَرْضُ' ''زمین اُس کو نگل گئی'' کے الفاظ روایت ہوئے ہیں۔

۹۔ روایت کے کئی طرق، مثلاً مسند احمد، رقم ۹۸۸۶ میں یہاں 'حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ' ''قیامت کے قائم ہونے تک'' کے بجائے 'إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ' ''قیامت کے دن تک'' کے الفاظ آئے ہیں۔

المصادر والمراجع

ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد العبسي. (١٤٠٩هـ). **المصنف في الأحاديث والآثار.**

ط١. تحقيق: كمال يوسف الحوت. الرياض: مكتبة الرشد.

ابن الجَعُد، علي بن الجَعُد بن عبيد الجَوُهَري البغدادي (١٤١٠هـ/ ١٩٩٠م). **مسند ابن الجعد**. ط١. تحقيق: عامر أحمد حيدر. بيروت: مؤسسة نادر.

ابن حبان، أبو حاتم، محمد بن حبان البُستي. (١٤١٤هـ/١٩٩٣م). **صحيح ابن حبان**. ط٢. تحقيق: شعيب الأرنؤوط. بيروت: مؤسسة الرسالة.

ابن حبان، أبو حاتم، محمد بن حبان البُستي. (١٣٩٦هـ). **المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين**. ط١. تحقيق: محمود إبراهيم زايد. حلب: دار الوعي.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (١٤٠٦هـ/١٩٨٦م). **تقريب التهذيب**. ط١. تحقيق: محمد عوامة. سوريا: دار الرشيد.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (١٤٠٤هـ/١٩٨٤م). **تهذيب التهذيب**. ط١. بيروت: دار الفكر.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (١٣٧٩هـ). **فتح الباري شرح صحيح البخاري**. د.ط. بيروت: دارالمعرفة.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (٢٠٠٢م). **لسان الميزان**. ط١. تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة. د.م: دار البشائر الإسلامية.

ابن راهويه، إسحاق بن إبراهيم بن مخلد بن إبراهيم الحنظلي المروزي.(١٤١٢هـ/ ١٩٩١م). **مسند إسحاق بن راهويه**. ط١. تحقيق: د. عبد الغفور بن عبد الحق البلوشي. المدينة المنورة: مكتبة الإيمان.

ابن عبد البر، أبو عمر يوسف بن عبد اللّٰه القرطبي. (١٤١٢هـ / ١٩٩٢م). **الاستيعاب في معرفة الأصحاب**. ط١. تحقيق: علي محمد البجاوي. بيروت: دار الجيل.

ابن ماجه، أبو عبد اللّٰه محمد القزويني. (د.ت). **سنن ابن ماجه**. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي د.م: دار إحياء الكتب العربية.

أبو داود، سليمان بن الأشعث، السِّجِستاني. (د.ت). **سنن أبي داود**. د.ط. تحقيق: محمد

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

محيي الدين عبد الحميد. بيروت: المكتبة العصرية.

أبو عوانة، الإسفراييني، يعقوب بن إسحاق النيسابوري. (١٤١٩هـ/١٩٩٨م). **مستخرج أبي عوانة**. ط١. تحقيق: أيمن بن عارف الدمشقي. بيروت: دار المعرفة.

أبو يعلىٰ، أحمد بن علي، التميمي، الموصلي. **مسند أبي يعلىٰ**. ط١. (١٤٠٤هـ/ ١٩٨٤م). تحقيق: حسين سليم أسد. دمشق: دار المأمون للتراث.

أحمد بن محمد بن حنبل، أبو عبد الله، الشيباني. (١٤٢١هـ/٢٠٠١م). **المسند**. ط١. تحقيق: شعيب الأرنؤوط، وعادل مرشد، وآخرون. بيروت: مؤسسة الرسالة.

إسماعيل بن جعفر بن أبي كثير، أبو إسحاق، الأنصاري، المدني.(١٤١٨هـ/ ١٩٩٨م). **حديث على بن حجر السعدي عن إسماعيل بن جعفر المدني**. ط١. دراسة و تحقيق: عمر بن رفود بن رفيد السّفياني. الرياض: مكتبة الرشد للنشر.

البخاري، محمد بن إسماعيل، أبو عبدالله الجعفي.(١٤٢٢هـ). **الجامع الصحيح**. ط١. تحقيق: محمد زهير بن ناصر الناصر. بيروت: دار طوق النجاة.

البزار، أبو بكر أحمد بن عمرو العتكي. (٢٠٠٩م). **مسند البزار**. ط١. تحقيق: محفوظ الرحمٰن زين الله، وعادل بن سعد، وصبري عبد الخالق الشافعي. المدينة المنورة: مكتبة العلوم والحكم.

البيهقي، أبو بكر، أحمد بن الحسين الخراساني. **السنن الكبرىٰ**. ط٣. تحقيق: محمد عبد القادر عطاء. بيروت: دار الكتب العلمية. (١٤٢٤هـ/٢٠٠٣م).

البيهقي، أبو بكر، أحمد بن الحسين الخراساني. (١٤١٢هـ/١٩٩١م). **معرفة السنن والآثار**. ط١. تحقيق: عبد المعطي أمين قلعجي. القاهرة: دار الوفاء.

الترمذي، أبو عيسٰى، محمد بن عيسٰى. (١٣٩٥هـ/١٩٧٥م). **سنن الترمذي**. ط٢. تحقيق و تعليق: أحمد محمد شاكر، ومحمد فؤاد عبد الباقي، وإبراهيم عطوة عوض. مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفىٰ البابي الحلبي.

الحاكم، أبو عبد الله محمد بن عبد الله النيسابوري. (١٤١١هـ/ ١٩٩٠). **المستدرك على**

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

الصحيحين. ط ١ . تحقيق: مصطفٰى عبد القادر عطاء. بيروت: دار الكتب العلمية.

الحميدي، أبو بكر عبد اللّٰه بن الزبير بن عيسٰى القرشي الأسدي. (١٩٩٦م). **مسند الحميدي**. ط ١ . تحقيق وتخريج: حسن سليم أسد الدَّارَانيّ. دمشق: دار السقا.

الدارمي، أبو محمد عبد اللّٰه بن عبد الرحمٰن، التميمي. (١٤١٢هـ/٢٠٠٠م). **سنن الدارمي**. ط ١ . تحقيق: حسين سليم أسد الداراني الرياض: دار المغني للنشر والتوزيع.

الذهبي، شمس الدين أبو عبد اللّٰه محمد بن أحمد. (١٣٨٧هـ/١٩٦٧م). **ديوان الضعفاء والمتروكين وخلق من المجهولين وثقات فيهم لين**. ط ٢ . تحقيق: حماد بن محمد الأنصاري. مكة: مكتبة النهضة الحديثة.

الذهبي، شمس الدين، أبو عبد اللّٰه محمد بن أحمد. (١٤٠٥هـ/١٩٨٥م). **سير أعلام النبلاء**. ط٣ . تحقيق: مجموعة من المحققين بإشراف الشيخ شعيب الأرنؤوط. د.م: مؤسسة الرسالة.

الذهبي، شمس الدين، أبو عبد اللّٰه محمد بن أحمد. (١٤١٣هـ/١٩٩٢م). **الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة**. ط ١ . تحقيق: محمد عوامة أحمد محمد نمر الخطيب. جدة: دار القبلة للثقافة الإسلامية – مؤسسة علوم القرآن.

السيوطي، جلال الدين، عبد الرحمٰن بن أبي بكر. (١٤١٦هـ/١٩٩٦م). **الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج**. ط ١. تحقيق وتعليق: أبو اسحٰق الحويني الأثري. الخبر: دار ابن عفان للنشر والتوزيع.

الطبراني، أبو القاسم، سليمان بن أحمد الشامي. (١٤٠٥هـ/١٩٨٤م). **مسند الشاميين**. ط ١ . تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. بيروت: مؤسسة الرسالة.

الطبراني، أبو القاسم، سليمان بن أحمد الشامي. (د.ت). **المعجم الأوسط**. د.ط. تحقيق: طارق بن عوض اللّٰه بن محمد، عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني. القاهرة: دار الحرمين.

الطبراني، أبو القاسم، سليمان بن أحمد الشامي. (١٤٠٥هـ/١٩٨٥م). **المعجم الصغير**. ط ١ . تحقيق: محمد شكور محمود الحاج أمرير. بيروت: المكتب الإسلامي.

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

الطبراني، أبو القاسم، سليمان بن أحمد الشامي. (د.ت). **المعجم الكبير**. ط٢. تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. القاهرة: مكتبة ابن تيمية.

الطيالسي، أبو داود سليمان بن داود البصري. (١٤١٩هـ/١٩٩٩م). **مسند أبي داود الطيالسي**. ط١. تحقيق: الدكتور محمد بن عبد المحسن التركي. مصر: دار هجر.

عبد الحميد بن حميد بن نصر الكَسّي، أبو محمد. (١٤٠٨هـ/ ١٩٨٨م). **المنتخب من مسند عبد بن حميد**. ط١. تحقيق: صبحي البدري السامرائي، محمود محمد خليل الصعيدي. القاهرة: مكتبة السنة.

القضاعي، أبو عبد الله محمد بن سلامة بن جعفر. (١٤٠٧هـ/ ١٩٨٦م). **مسند الشهاب**. ط٢. تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. بيروت: مؤسسة الرسالة.

مالك بن أنس بن مالك بن عامر، الأصبحي، المدني. (١٤٢٥هـ/ ٢٠٠٤م). **الموطأ**. ط١. تحقيق: محمد مصطفىٰ الأعظمي. أبو ظبي: مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان للأعمال الخيرية والإنسانية.

مسلم بن الحجاج، النيسابوري. (د.ت). **الجامع الصحيح**. د.ط. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

معمر بن أبي عمرو راشد، الأزدي، البصري. (١٤٠٣هـ). **الجامع**. ط٢. تحقيق: حبيب الرحمٰن الأعظمي. بيروت: توزيع المكتب الإسلامي.

النسائي، أبو عبد الرحمٰن أحمد بن شعيب الخراساني. (١٤٠٦هـ/١٩٨٦م). **السنن الصغرىٰ**. ط٢. تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة. حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية.

النسائي، أبو عبد الرحمٰن أحمد بن شعيب الخراساني. (١٤٢١هـ/٢٠٠١م). **السنن الكبرىٰ**. ط١. تحقيق وتخريج: حسن عبد المنعم شلبي. بيروت: مؤسسة الرسالة.

النووي، يحيىٰ بن شرف، أبو زكريا. (١٣٩٢هـ). **المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج**. ط٢. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

www.javedahmadghamidi.com
www.almawrid.org

محمد وسیم اختر مفتی

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ

(۱)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حضرت سہیل کے والد کا نام عمرو، دادا کا عبد شمس اور پڑدادا کا عبدود تھا۔ عامر بن لؤی ان کے ساتویں اور غالب بن فہر نویں جد تھے۔ عامر بن لؤی کے نام پر ان کا قبیلہ بنو عامر بن لؤی کہلاتا ہے۔ لؤی بن غالب پر ان کا سلسلۂ نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ سے ملتا ہے۔ عامر کے بھائی کعب آپ کے آٹھویں اور لؤی نویں جد تھے۔ حضرت سہیل کی والدہ کا نام حبی (یا ام حبی) بنت قیس تھا، وہ بنوخزاعہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت سکران بن عمرو ان کے سگے، جب کہ حضرت سلیط بن عمرو سوتیلے بھائی تھے۔ حضرت سہیل عامری قرشی کہلاتے ہیں، کیونکہ بنو عامر بن لؤی قریش ہی کی ایک شاخ تھی۔ ابو یزید ان کی کنیت تھی۔ حضرت سہیل کا نچلا ہونٹ کٹا ہوا تھا۔ ذوالانیاب ان کا لقب تھا۔ زمانۂ جاہلیت کے شاہ یمن قیس بن معدی کرب کندی کو بھی اس لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ناب کے معنی ہیں: کچلی دانت، قوم کا سردار، انیاب اس کی جمع ہے۔

نوفل بن عبد مناف کی پوتی فاختہ بنت عامر سہیل بن عمرو کی اہلیہ تھیں۔ حضرت عبداللہ بن سہیل، حضرت ابوجندل بن سہیل، حضرت عتبہ بن سہیل ان کے بیٹے تھے، حضرت سہیل کی بیٹی حضرت سہلہ بنت سہیل کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عبدالعزیٰ بتایا جاتا ہے۔ ان کی ایک بیٹی حضرت ام کلثوم بنت سہیل حضرت ابوسبرہ بن ابورہم سے بیاہی ہوئی تھیں۔ یہ حضرت عبداللہ کی سگی بہن تھیں۔

زمانۂ جاہلیت میں سہیل بن عمرو کا شمار قریش کے بڑے اور دانش مند سرداروں میں ہوتا تھا۔ عتبہ بن ربیعہ،

حارث بن عامر، ابوالبختری بن ہشام، نضر بن حارث، ابوجہل، امیہ بن خلف، نبیہ بن حجاج، منبہ بن حجاج اور سہیل بن عمرو حاجیوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ خطاب کا ملکہ رکھنے کی وجہ سے سہیل کو خطیب قریش کہا جاتا تھا، اسود بن عبدالمطلب دوسرے بڑے خطیب تھے۔ بعثت نبوی کے بعد سہیل دین حق کی مخالفت اور دشمنی میں سرگرم ہو گئے، اسلام کی مخالفت میں اپنی خطابت کے جوہر دکھانے میں پیش پیش رہے۔

۲۷رشوال ۱۰رنبوی (جنوری ۶۲۰ء): ابوطالب کی وفات کے بعد قریش مکہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانیاں بڑھ گئیں تو آپ نے دین حق کے لیے نصرت و تائید حاصل کرنے کے لیے طائف کا سفر کیا۔ طائف میں آباد بنوثقیف نے الٹا اپنے غلاموں اور غنڈوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا جو آپ پر طرح طرح کی آوازیں کسنے اور پتھر برسانے لگے۔ دس روز (یا ایک ماہ) طائف میں گزارنے کے بعد آپ نے مکہ لوٹنے کا ارادہ کیا، لیکن اب کسی کی پناہ لیے بغیر مکہ میں داخل ہونا ممکن نہ تھا، اس لیے آپ نے غار حرا پہنچ کر عبداللہ بن اریقط کو اس مقصد کے لیے اخنس بن شریق کے پاس بھیجا۔ اس نے کہا: میں خود قریش کی شاخ بنوزہرہ کا حلیف ہوں۔ حلیف اپنے معاہدے کے پابند ہوتے ہیں، کسی کو پناہ نہیں دے سکتے۔ آپ نے سہیل بن عمرو کو یہی پیغام بھیجا تو انھوں نے جواب دیا: بنوعامر بنوکعب کو پناہ نہیں دیتے۔ کعب بن لوی اور عامر بن لوی دو بھائی تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعب کی اولاد تھے، جب کہ سہیل کا نسب عامر سے ملتا تھا۔ پھر آپ نے مطعم بن عدی سے پناہ مانگی تو انھوں نے مثبت جواب دیا۔ وہ رات آپ نے مطعم کے ہاں گزاری، صبح سویرے وہ آپ کو اپنے سات بیٹوں کے ساتھ لے کر تلواریں حمائل کیے کعبہ پہنچے تو ابوسفیان (دوسری روایت: ابوجہل) نے دیکھ کر پوچھا: برے ارادے سے آئے ہو یا کسی کو پناہ دینا مقصود ہے؟ مطعم نے کہا: پناہ دینے آیا ہوں۔ ابوسفیان نے جواب دیا: جسے تم نے پناہ دی، اسے ہم نے بھی پناہ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کا طواف کیا، نماز پڑھی اور گھر واپس آ گئے۔

۱۳رنبوی (۶۲۲ء) کو یثرب سے اوس و خزرج قبائل کے لوگ حج کے لیے مکہ آئے۔ ان میں سے ستر مردوں اور دو عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر قبول حق اور نصرت اسلام کی بیعت کی جسے بیعت عقبۂ ثانیہ کہا جاتا ہے۔ آپ نے بنوخزرج کے نو اور قبیلۂ اوس کے تین سرداروں کو نقیب مقرر فرمایا۔ قریش کو خبر ہوئی تو انھوں نے منیٰ سے یثرب لوٹنے والے نومسلم حاجیوں کا پیچھا کیا۔ قافلہ آگے جا چکا تھا، تاہم انھوں نے دو نقیبوں حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت منذر بن عمرو کو اذاخر کے مقام پر جا لیا۔ حضرت منذر بچ کر نکل گئے، تاہم حضرت سعد کو مشرکوں نے پکڑ لیا، ان کے ہاتھ گردن سے باندھ دیے اور مارتے پیٹتے، ان کے بڑے بڑے بال کھینچتے مکہ لے گئے۔ یکایک

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ایک سرخ وسپید خوب صورت شخص آیا اوران کے منہ پر زور سے طمانچہ دے مارا، یہ سہیل بن عمرو تھے۔انھی مشرکوں میں موجود ابوالبختری بن ہشام نے جبیر بن مطعم اور حارث بن ہشام کو اطلاع دی جنھیں حضرت سعد بن عبادہ یثرب سے تجارتی قافلے لے جاتے ہوئے پناہ مہیا کرتے تھے۔ان دونوں نے آ کر حضرت سعد کو سہیل بن عمرو اور دوسرے مشرکین کی گرفت سے بچایا۔

۱۷؍رمضان ۲ھ (۱۳؍ مارچ ۶۲۴ء) کو دور اسلامی کا عظیم الشان معرکۂ بدر ہوا۔سہیل بن عمرو نے بڑے جوش و خروش سے مشرکین کا دفاع کیا۔مکہ سے ان کی فوج چلی تو ہر پڑاؤ پر قریش کے ایک سردار نے نو یا دس اونٹوں کا نذرانہ پیش کیا۔ابوجہل، امیہ بن خلف، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، نبیہ بن حجاج، منبہ بن حجاج، حارث بن عامر اور مقیس جمحی کی طرح سہیل بن عمرو نے بھی سپاہیوں کے راشن میں اپنا حصہ ڈالا۔مشرک فوج مکہ سے باہر نکل کر قدید کے مقام پر پہنچی تو انھوں نے دس اونٹ ذبح کیے۔

غزوۂ بدر کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت زبیر بن عوام، حضرت سعد بن ابی وقاص اور کچھ اور صحابہ کو بدر کے چشمہ کی طرف بھیجا تاکہ قریش کی تیاریوں کا کھوج لگا سکیں۔ یہ حضرات پانی بھرنے والے دو غلاموں اسلم اور عریض کو پکڑ لائے۔آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: قریش کے کون کون سے سردار جنگ میں شامل ہونے کے لیے آئے ہیں؟ انھوں نے بتایا: عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر، طعیمہ بن عدی، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف، نبیہ بن حجاج، منبہ بن حجاج، سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود۔تو آپ نے فرمایا: یہ مکہ ہے جس نے اپنے جگر گوشے تمھارے آگے ڈال دیے ہیں۔

غزوۂ بدر جس میں اہل ایمان کو تعداد و وسائل کی کمی کے باوجود فتح فرقان حاصل ہوئی، ستر مشرک جہنم واصل ہوئے اور ستر ہی اہل ایمان کی قید میں آئے۔سہیل بن عمرو بتاتے ہیں کہ میں نے اس روز چتکبرے گھوڑوں پر بیٹھے امتیازی علامات لگائے ہوئے چٹے سفید لوگوں کو دیکھا جو ہمارے ساتھیوں کو قتل اور قید کر رہے تھے۔ جنگ کا بازار گرم ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے خوب تیر اندازی کی۔واقدی کی روایت ہے کہ ان کا ایک تیر سہیل کے کولہے (نساء) پر لگا۔اس اثنا میں حضرت مالک بن دخشم خزرجی آئے اور سہیل کو اسیر کر لیا، لیکن فوجیں ابھی میدان بدر میں تھیں کہ وہ قید سے بھاگ نکلے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود انھیں تلاش کرنے نکلے اور اعلان فرمایا کہ جو سہیل کو پکڑے، قتل کر دے۔آپ نے ان کو کیکر کے درختوں میں چھپا ہوا پایا تو ہاتھ گردن سے باندھ کر اپنی اونٹنی سے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

باندھنے کا حکم دیا، اسی طرح انھیں مدینہ لایا گیا۔ سیدہ سودہ شہداے بدر حضرت عوف بن عفرا اور حضرت معوذ بن عفرا کے اہل خانہ سے تعزیت کر کے آئیں تو اپنے عزیز سہیل بن عمرو کو حجرے کے کونے میں پڑا پایا، ان کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے (ابوداؤد، رقم ۲۶۸۰)۔ بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا: تم نے قیدی بننا قبول کر لیا، عزت کی موت کیوں نہ مر گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً سرزنش فرمائی: سودہ، کیا تم اللہ و رسول کے خلاف اکسا رہی ہو؟ انھوں نے معذرت کی کہ یارسول اللہ، ابو یزید کی حالت دیکھ کر بے قصد میرے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔ آپ میرے لیے استغفار کر دیں تب آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ حضرت اسامہ بن زید نے کہا: یارسول اللہ، یہ ہے جو مکہ میں (حاجیوں کو) کھانے کھلایا کرتا تھا۔ فرمایا: ہاں، یہی ہے، لیکن جب اس نے اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش کی تو اللہ نے اسے پکڑ لیا۔ حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ، مجھے اجازت دیجیے، میں سہیل بن عمرو کے دونوں اگلے، نچلے دانت (lower incisors) نکال دوں، (ہونٹ کٹا ہونے کی وجہ سے) اس کی زبان ڈھیلی ہو کر باہر نکل آئے گی تو کسی موقع پر بھی آپ کے خلاف زبان درازی نہ کر سکے گا۔ آپ نے فرمایا: میں اس کا مثلہ نہ کروں گا، کہیں اللہ میرا مثلہ نہ کر دے، اگرچہ میں نبی ہوں۔ پھر فرمایا: ہو سکتا ہے کہ یہ ایسا مقام حاصل کر لے جو تمھارے لیے باعث مسرت ہو۔ بنو عامر بن لوی کا مکرز بن حفص سہیل کو چھڑانے آیا تو اس کی یہ پیش کش قبول کر لی گئی کہ سہیل کو چھوڑ دیا جائے اور ان کا فدیہ، چار ہزار درہم آنے تک میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی جائے (مسند احمد، رقم ۲۳۸۶۴)۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سہیل بن عمرو کے بیٹے حضرت عبداللہ بہت جلد ایمان لے آئے تھے۔ انھوں نے حبشہ کو ہجرت بھی کی، وہ ان تینتیس مسلمانوں میں شامل تھے جو قریش کے قبول اسلام کی افواہ سن کر مکہ میں داخل ہو گئے، مگر سہیل نے انھیں مشکیں کس کر قید کر دیا اور باردگر حبشہ جانے نہ دیا۔ جب جنگ بدر کا موقع آیا تو انھیں اپنے ساتھ مشرکوں کے لشکر میں گھسیٹ لیا۔ بدر کے میدان میں جب اہل ایمان اور اہل شرک کی فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو حضرت عبداللہ بن سہیل کفار کی فوج سے بھاگ نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آن ملے۔ انھوں نے جیش اسلامی میں رہ کر اپنے والد کے جتھے کا مقابلہ کیا۔

غزوۂ احد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں دوسری رکعت پڑھانے کے بعد رکوع سے سر اٹھاتے تو 'سمع اللّٰہ لمن حمدہ' کہنے کے بعد بددعا فرماتے: اے اللہ، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام پر لعنت بھیج۔ تب اللہ کی طرف سے حکم نازل ہوا: 'لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ

فَاِنَّھُمْ ظٰلِمُوْنَ[1]،'' آپ کا (مشرکوں اور منافقوں کے انجام کے) معاملے میں کوئی اختیار نہیں، اللہ ان کی توبہ قبول کرے (اگر یہ توبہ کریں) یا انھیں عذاب سے دوچار کرے (جو ان کا حق ہے) اس لیے کہ یہ یقیناً ظالم لوگ ہیں'' (بخاری، رقم ۴۰۶۹، ۴۰۷۰۔ مسند احمد، رقم ۵۶۷۴)۔ یہ تینوں اصحاب فتح مکہ کے بعد ایمان لے آئے۔ دوسری روایت میں لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ کے نام آئے (بخاری، رقم ۴۰۹۰۔ مسلم، رقم ۱۴۸۵)، ترمذی کی روایت ۳۰۰۴ میں عمرو بن سہیل کے بجائے ابوسفیان کا ذکر ہے۔ اس ارشاد ربانی کے صادر ہونے سے پہلے آپ دعا فرما چکے تھے: اے میرے رب، میری قوم کو معاف کر دے، کیونکہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے۔

جنگ احد کے اختتام پر ابوسفیان نے جاتے جاتے پکار کر کہا تھا: آیندہ سال پھر بدر میں تم سے جنگ ہو گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک صحابی کے ذریعے جواب بھجوایا کہ ہاں، اس جگہ پھر مقابلہ ہو گا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اگلے سال بارش نہ ہوئی، جانوروں کا چارا ملنا مشکل ہو گیا۔ ابوسفیان اور دوسرے مشرک سردار جنگ سے کترانے لگے۔ نجد کے قبیلہ غطفان سے تعلق رکھنے والے نعیم بن مسعود جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے، عمرہ کرنے مکہ آئے تو ابوسفیان نے کہا کہ یثرب جا کر مسلمانوں کو بدر آنے سے روکو، تمھارے دس حصے میں سہیل بن عمرو کے پاس رکھوا دوں گا، وہ اس کے ضامن ہوں گے۔ نعیم نے سہیل سے تصدیق چاہی کہ ابو یزید، تم اس رقم کی ضمانت دیتے ہو؟ انھوں نے ہاں کہا تو نعیم نے مدینہ جا کر مشرکین کی عددی برتری کا پراپیگنڈا کیا۔ کچھ مسلمان اس کی باتوں میں آ گئے، تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر کوئی میرے ساتھ نہ گیا تو میں تنہا جاؤں گا۔ تب سب چلے، لیکن قریش میدان بدر میں نہ پہنچے۔ جنگ نہ ہوئی، تاہم مسلمانوں نے بدر میں لگنے والے بازار میں تجارت کی اور خوب نفع کمایا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ذی قعد ۶ھ (مارچ ۶۲۸ء) میں صلح حدیبیہ ہوئی۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پہنچ کر حضرت عثمان کو ابوسفیان اور قریش کے دوسرے سرداروں کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہم جنگ کی غرض سے نہیں، بلکہ بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔ حضرت عثمان کو واپس آنے میں تاخیر ہوئی تو یہ افواہ پھیل گئی کہ مشرکوں نے انھیں شہید کر دیا ہے۔ تب آپ نے اپنے ساتھ آنے والے چودہ (یا سولہ) سو صحابہ سے حضرت عثمان کی شہادت کا بدلہ لینے اور جنگ میں ثابت قدم رہنے کی بیعت لی۔ قریش کو اس بیعت کی، جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے، خبر ملی تو وہ خوف زدہ ہو گئے۔ انھوں نے حضرت عثمان کو تین دن روکنے کے بعد واپس بھیج دیا اور صلح کی بات شروع کرنے کے لیے حلیس بن علقمہ کو آپ کے پاس بھیجا۔ وہ ہدی کے اونٹ دیکھ کر آپ سے ملے بغیر پلٹ گیا۔ پھر ان کی طرف سے مکرز بن حفص

۱؎ آل عمران ۳: ۱۲۸۔

آیا۔اسے دیکھ کر آپ نے فرمایا: یہ شخص شر پسند ہے۔وہ آپ سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ سہیل بن عمرو آتے دکھائی دیے۔ آپ نے فرمایا: تمھارا معاملہ آسان ہو گیا ہے۔قریش نے صلح کا ارادہ کر لیا ہے تبھی سہیل کو بھیجا ہے۔حویطب بن عبدالعزیٰ سہیل کے ساتھ تھا۔عروہ بن زبیر کی روایت کے مطابق معاہدہ تحریر کرنے سے پہلے ایک موقع پر کسی شخص نے تیر پھینک دیا۔تب جنگ کی کیفیت پیدا ہو گئی،مسلمانوں نے سہیل اور ان کے ساتھ آنے والے مشرکوں کو روک لیا اور مشرکین مکہ نے حضرت عثمان اور ان کے ساتھ جانے والے اصحاب کو یرغمال بنا لیا۔

قریش نے سہیل کو تاکید کر رکھی تھی کہ اس شرط پر مصالحت کرنا کہ مدینہ سے عمرہ کے لیے آنے والے زائرین اس سال واپس چلے جائیں تاکہ عربوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ مسلمان طاقت کے زور سے مکہ میں داخل ہوئے۔ معاہدہ تحریر کرنے کا وقت آیا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس درخت کے نیچے تشریف فرما تھے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے،درخت کی ٹہنیاں آپ کے کندھوں کے پیچھے لٹک رہی تھیں،حضرت علی اور سہیل بن عمرو آپ کے آگے بیٹھے تھے۔آپ نے انصاری صحابی حضرت اوس بن خولی کو معاہدہ تحریر کرنے کے لیے بلایا تو سہیل نے کہا: آپ کے چچا زاد علی یا عثمان بن عفان لکھیں گے تب آپ نے حضرت علی کو حکم دیا،لکھو: 'بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم'۔ سہیل بن عمرو نے کہا: ہم یمامہ کے مسیلمہ (رحمٰن الیمامۃ) کے علاوہ کسی رحمان کو نہیں جانتے،'باسمك اللّٰھم' لکھو جس طرح پہلے لکھا کرتے تھے۔پھر آپ نے فرمایا: لکھو،یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد رسول اللہ نے سہیل بن عمرو سے صلح کی۔سہیل نے کہا: میں آپ کو اللہ کا رسول مان رہا ہوتا تو آپ سے جنگ ہی کیوں کرتا۔اپنا اور اپنے والد کا نام لکھوائیے تب محمد بن عبداللہ لکھا گیا۔آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لکھو،ہمارے بیت اللہ کے طواف میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے گی۔سہیل نے کہا: آیندہ سال کے تین دنوں کی شرط درج کرو۔پھر کہا: یہ شامل کرو کہ اگر قریش کا کوئی فرد اگرچہ مسلمان ہو چکا ہو،آپ کے پاس آئے تو آپ واپس بھیج دیں گے۔اگر آپ کا کوئی ساتھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر ہمارے پاس آ گیا تو ہم واپس نہ کریں گے (مسلم، رقم ۴۶۵۵۔مسند احمد، رقم ۱۶۸۰۰)۔ معاہدے کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہی،جب کہ ایک نسخہ سہیل بن عمرو کو دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سہیل بن عمرو دس سالہ جنگ بندی کا معاہدہ لکھوا رہے تھے کہ سہیل کے مسلمان بیٹے حضرت ابوجندل زیریں مکہ سے بیڑیوں میں جکڑے ہوئے گھسٹتے ہوئے آئے اور مسلمانوں کے آگے گر گئے۔سہیل اپنے بیٹے کو دیکھتے ہی اٹھے،زور سے تھپڑ مارا اور ان کا گریبان پکڑ کر بولے: یا محمد،یہ پہلا فرد ہے جسے لوٹانے کی شرط میں نے منوائی ہے۔آپ نے فرمایا: ابھی ہم نے معاہدہ مکمل نہیں کیا۔سہیل نے کہا: تب ہم کوئی صلح نہ کریں گے۔ آپ نے کہا: تم ابوجندل کو میری خاطر پناہ دے دو۔سہیل نے ماننے سے انکار کر دیا،تاہم مکرز نے کہا: ہم نے پناہ

دی۔ پھر سہیل نے حضرت ابو جندل کو گریبان سے کھینچتے ہوئے گھسیٹ کر قریش کو واپس کر دیا۔ وہ بلند آواز سے پکارتے رہے: اے مسلمانو، کیا مجھے مشرکوں کو واپس کر دیا جائے گا تاکہ وہ مجھے ایذائیں دے کر اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کرتے رہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو جندل، صبر کرو اور اللہ سے ثواب کی امید رکھو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمھارے اور تمھارے کمزور ساتھیوں کے لیے کشادگی پیدا کرے گا اور نکلنے کی راہیں کھول دے گا۔ ہم نے قریش سے صلح کا جو معاہدہ کیا ہے، اس کی خلاف ورزی نہ کریں گے۔ سہیل بن عمرو کے رویے کو قرآن مجید نے 'حمیة جاهلیة ' کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ ڈاکٹر جواد علی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے دلوں میں جو 'سَکِیْنَة' (تحمل وسکون) نازل فرمائی، وہ اس حمیت کا بدل اور متضاد تھی:

اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَکِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَهُمْ کَلِمَةَ التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا. (الفتح ۴۸: ۲۶)

''جب کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلانہ حمیت بٹھالی تو اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر سکینت نازل فرمائی اور مومنوں کو تقویٰ کی بات کا پابند رکھا کہ وہی اس کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے۔''

سہیل بن عمرو کے دوسرے مسلمان بدری بیٹے حضرت عبداللہ بن سہیل نے عہد نامے پر اہل ایمان کی طرف سے بطور گواہ دستخط کیے (مسند احمد، رقم ۱۸۹۱۰)۔

صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو آپ کے پیچھے پیچھے حضرت ابو بصیر عتبہ بن اسید مشرکوں کی قید سے بھاگ کر مدینہ آ گئے۔ مشرک سرداروں ازہر بن عبد عوف اور اخنس بن شریق کا خط بھی آپ کو ملا جس میں حضرت ابو بصیر کو واپس بھیجنے کو کہا گیا تھا۔ حضرت ابو بصیر نے کہا کہ کیا آپ مجھے مشرکوں کو لوٹا دیں گے تاکہ وہ دین سے ہٹانے کے لیے طرح طرح کی آزمایشوں میں مبتلا کریں؟ آپ نے فرمایا: ہمارے دین میں بدعہدی کی کوئی راہ نہیں۔ ازہر اور اخنس کے بھیجے ہوئے دو آدمی حضرت ابو بصیر کو لے کر مکہ چلے، مدینہ سے چھ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تھے کہ حضرت ابو بصیر نے دو مشرکوں میں سے ایک کو جو سہیل بن عمرو کے قبیلہ بنو عامر سے تعلق رکھتا تھا، اسی کی تلوار لے کر قتل کر دیا۔ دوسرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس حاضر ہوا اور آپ کو خبر کی۔ اس کے پیچھے حضرت ابو بصیر بھی تلوار حمائل کیے ہوئے پہنچ گئے اور کہا: آپ نے مجھے اپنی مشرک قوم کے سپرد کر کے عہد نبھا دیا، لیکن میں نے اپنے دین کو فتنہ میں پڑنے سے بچا لیا۔ آپ نے فرمایا: اس کی ماں کا برا ہو! اگر اس کے ساتھ کچھ لوگ ہوتے تو یہ جنگ ہی بھڑکا دیتا۔ سہیل بن عمرو کو معلوم ہوا تو کعبہ سے ٹیک لگا کر کھڑے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ہو گئے اور کہا: واللہ! میں یہاں سے نہ ٹلوں گا جب تک میرے عامری بھائی کا خون بہا نہیں مل جاتا۔ ابوسفیان نے منع کیا اور کہا: یہ نادانی ہے، اس کا خون بہا نہ ملے گا، اس کا خون بہا ہر گز نہیں ملے گا (بخاری، رقم ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔ مسند احمد، رقم ۱۸۹۲۸)۔

صلح حدیبیہ کے ایک سال گزرنے کے بعد ذی قعدہ ۷ھ (فروری ۶۲۹ء) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو ہزار صحابہ کے جلو میں، قربانی کے ساٹھ اونٹ لیے عمرۂ قضا (یا عمرۂ قصاص) ادا فرمانے کے لیے مکہ روانہ ہوئے۔ مکہ سے آٹھ میل اِدھر واقع مقام یاجج پر پہنچ کر آپ نے حضرت جعفر بن ابو طالب کو نکاح کا پیغام دے کر ان کی سالی حضرت میمونہ بنت حارث کے پاس مکہ بھیجا۔ سیدہ میمونہ کی بہن حضرت ام فضل نے اپنے شوہر حضرت عباس بن عبدالمطلب کو والی مقرر کیا، جنھوں نے چار سو درہم (پانسو: ابن سعد، ابن حجر) مہر کے عوض حضرت میمونہ کا آپ سے نکاح کر دیا۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہو گئے اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ بیت اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔ اس موقع پر عکرمہ بن ابو جہل نے کہا: اللہ نے میرے والد ابوالحکم کو عزت دی کہ وہ اس غلام کو اذان کہتے سننے کے لیے موجود نہیں ہیں۔ صفوان بن امیہ نے یہ کہہ کر ہاں میں ہاں ملائی، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے ابا کو یہ کچھ دیکھنے سے پہلے اٹھا لیا۔ خالد بن اسید نے بھی ایسے ہی کلمات کہے۔ سہیل بن عمرو اور ان کے ساتھیوں نے اذان شروع ہوتے ہی اپنے چہرے ڈھانپ لیے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

عمرۂ قضا کے بعد آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز مکہ میں قیام فرمایا۔ اس دوران میں شہر کے زعما اپنا حسد و بغض لیے ہوئے مکہ سے باہر کوہ خندمہ کے دامن میں چلے گئے۔ چوتھے روز قریش نے سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ کو آپ کے پاس بھیجا۔ آپ سعد بن عبادہ کے ساتھ مصروف گفتگو تھے کہ حویطب پکارا: مکہ میں آپ کی مدت قیام پوری ہو چکی ہے، اس لیے واپس چلے جائیں۔ آپ نے سہیل اور حویطب کو مخاطب فرمایا: کیا حرج ہے کہ میں آپ کے ہاں اپنا ولیمہ کر لوں؟ ہم کھانا بنائیں گے جسے آپ بھی تناول کر لیں۔ دونوں نے کہا: ہم آپ کو اللہ اور نکاح کا واسطہ دیتے ہیں، مکہ چھوڑ دیں۔ تب آپ نے چلنے کا حکم دیا اور مکہ سے چھ (یا دس) میل باہر، تنعیم سے آگے واقع وادیٔ سرف میں قیام فرما لیا۔ بعد میں حضرت ابو رافع حضرت میمونہ کو وہاں لے آئے۔

[باقی]

ڈاکٹر عرفان شہزاد

قانونِ اتمامِ حجت اور اس کے اطلاقات
نمایاں اعتراضات کا جائزہ[۱]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

(۱)

تمہید و تعارف

عدل الٰہی کی فطری اساسات

ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا نے انسان کو عقل و ارادہ کی صلاحیتیں دے کر اس دنیا کے دارالامتحان میں بھیجا ہے اور ہمارے ایمان و عمل کی بنیاد پر خدا آخرت میں ہمارے اعمال کا حساب لے گا اور اپنے علم و عدل کی روشنی میں سزا و جزا کے فیصلے کرے گا۔

[۱] مضمون کی تیاری میں، مولانا امین احسن اصلاحی کی ''تدبر قرآن''، جناب جاوید احمد غامدی کی کتب: ''میزان'' اور ''البیان'' اور اُن کے خطبات اور مولانا عمار خان ناصر کی کتاب ''جہاد: ایک مطالعہ'' سے استفادہ کیا گیا ہے۔ برادر محترم جناب محمد حسن الیاس نے سورۃ النساء آیات ۱۶۳ تا ۱۶۵ کی تفہیم اور حضرت اسماعیل اور حضرت یونس علیہم السلام کے متعلق مذکور مباحث میں رہنمائی فرمائی۔ جزاہم اللہ۔ بہرحال، اس مضمون کی تمام تر ذمہ داری راقم کی ہے۔ یہ میرے اپنے فہم کی پیش کش ہے، جسے برائے افادہ و استفادہ پیش کیا جاتا ہے، تاکہ نقد و جرح کے عمل سے گزر کر مسئلہ کے فہم میں معاون ہو۔

خدا نے ہمیں اپنا تعارف ایک عادل خدا کی حیثیت سے کرایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ. (النساء۴:۴۰)

''اللہ کسی کی ذرہ برابر حق تلفی نہ کرے گا۔''

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ. (آل عمران۳:۱۰۸)

''یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تمھیں ٹھیک ٹھیک سنا رہے ہیں، اور (اِس لیے سنا رہے ہیں کہ) اللہ نہیں چاہتا کہ وہ دنیا والوں پر کوئی ظلم کرے۔''

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ. (آل عمران۳:۲۵)

''لیکن کیا بنے گی اُس وقت جب اِن کو ہم ایک ایسے دن کی پیشی کے لیے اکٹھا کریں گے جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں اور جس میں ہر شخص کی کمائی کا پورا بدلہ اُسے دے دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔''

فطرتِ انسانی فطرت الٰہی کا پرتو ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا. (الروم۳۰:۳۰)

''تم اللہ کی بنائی ہوئی فطرت کی پیروی کرو، جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔''

چنانچہ عدلِ الٰہی کے اساسات وہی ہیں جن کا شعور فطرتِ انسانی میں ودیعت کیا گیا ہے۔ اگر انسان عدل سے فطری طور پر واقف نہ ہوتو عدل کے موضوع پر اس کے اور خدا کے درمیان کوئی مشترک بنیاد نہیں رہتی جس کی بنا پر اسے اس کی کوتاہیوں پر مورد الزام ٹھیرایا جا سکے۔ انسانی فطرت عدل سے واقف ہے، یہی وجہ ہے کہ خدا انسان کو اپنے افعال کا مبنی بر عدل ہونا باور کراتا ہے، ورنہ خدا اگر چاہتا تو اپنی کتاب میں اپنے فیصلوں کو محض اپنا منشا قرار دے سکتا تھا اور کسی کو پوچھنے کا حق بھی نہ ہوتا، لیکن خدا یہ بھی چاہتا تھا کہ اس کا بندہ اس کی عظمت اور قدرت کے آگے محض سرنگوں نہ ہو، بلکہ اس کی محبت سے سرشار بھی ہو۔ انسان کو عقل دے کر اس سے توقع کرنا کہ وہ خدا کے افعال اور فیصلوں کے بارے میں کوئی رائے قائم نہ کرے، ممکن نہیں ہے۔ ضروری تھا کہ انسان، خدا کی ودیعت کردہ عقل وفطرت کے اساسات کے مطابق خدا کے فیصلوں اور ضوابط کا مبنی بر عدل ہونا سمجھ سکے تاکہ خدائے عادل سے محبت بھی کر سکے۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ. (آل عمران۳:۱۸۲)

''یہ اُسی کا بدلہ ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا تھا اور یہ کہ اللہ اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔''

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى

''(ہم نے) یہ (پیغمبر) اِسی لیے (بھیجے تھے) کہ

بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ. (الانعام ۶: ۱۳۱)

تمھارا پروردگار بستیوں کو اُن کے ظلم کی پاداش میں ہلاک کرنے والا نہیں ہے، جب کہ اُن کے باشندے (حقیقت سے) بے خبر ہوں۔''

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. (الانفال ۸: ۵۳)

''یہ اِس وجہ سے ہوا کہ اللہ کسی نعمت کو جو اُس نے کسی قوم کو عطا کی ہو، اُس وقت تک نہیں بدلتا، جب تک وہ اپنے آپ میں تبدیلی نہ کریں۔ (نیز) اِس وجہ سے کہ اللہ سمیع و علیم ہے۔''

دنیا کی محدودیت میں خدا کے عدلِ کامل کا کامل ظہور ممکن نہیں۔ بعض اوقات مجرم یہاں بچ جاتے ہیں اور معصوم کے ساتھ زیادتی ہو جاتی ہے۔ خدا کے عدل کا تقاضا تھا کہ دنیا کی آزمایش گاہ کے ادھورے انصاف کا فیصلہ کاملیت سے کیا جائے، ایسا صرف آخرت کی لامحدودیت ہی میں ممکن تھا، جس میں خدا کا عدل اپنی کامل صورت میں ظاہر ہوگا۔ تاہم، اس نے چاہا کہ آخرت کے عدل کا ایک نمونہ دنیا کے محدود امکانات میں بھی انسانوں کے سامنے لایا جائے تاکہ آخرت کے عدل اور سزا و جزا کا یقین بھی آ جائے اور اس کی تیاری کی طرف انسان سنجیدگی سے متوجہ بھی ہو سکے۔ یہ کام اس نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے ان کے مخاطبین پر اسی دنیا میں اتمامِ حجت کر کے انجام دیا۔ اس اجمال کی تفصیل آگے کے بیانات میں آتی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اتمام حجت کی تین صورتیں

عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ خدا کی طرف سے جزا و سزا کے لیے ایمان اور اخلاق کے باب میں خدا کی طرف سے انسان پر اتمام حجت ہوتا کہ وہ خدا کے سامنے کوئی عذر پیش نہ کر سکے کہ اسے تو خبر ہی نہیں تھی۔ یعنی حق اس پر واضح ہو جائے اور اس کے پاس اپنی بے خبری اور ناسمجھی کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔

اس دنیا میں انسان پر اتمام حجت ایک تو انسان کی عقل و فطرت اور انفس و آفاق کی گواہی کی صورت میں ہوتا ہے، یعنی وہ اپنی فطرت میں ایک خدا کا تصور گندھا ہوا پاتا ہے، اس کی عقل اس کائنات کے مشاہدے کے بعد اسی کی تصدیق پر خود کو مجبور پاتی ہے۔ ذرہ ذرہ ایک خدا کے ہونے کی نشانی بن کر اس طرح اس کے سامنے آتا ہے کہ عقل سلیم کے لیے توحید کے اقرار کے سوا کوئی انتخاب نہیں بچتا۔

اتمام حجت کی دوسری صورت میں خدا کا رسول براہ راست خدا کی طرف سے وحی لے کر آتا ہے اور لوگوں کے

سامنے حق کو آخری درجے میں واضح کر دیتا ہے کہ مخاطبین کے پاس انکار کے لیے کوئی معقول عذر نہیں رہتا۔ یہ دنیا میں اتمام حجت کی کامل ترین صورت ہے۔

تیسری صورت میں اتمام حجت اسی وحی کے ذریعے سے بالواسطہ طور پر ہوتا ہے، یعنی وحی کو مصحف میں پڑھ کر، اس میں موجود دلائل کی بنیاد پر اتمام حجت۔

وحی بھی اصل میں کرتی یہی ہے کہ انسان کو اس کے شعور میں موجود خدا کی فطری آگاہی اور انفس و آفاق میں موجود خدا کی نشانیوں کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ ایک قدم آگے بڑھ کر وحی، آخرت کے وقوع کی یقین دہانی بھی کراتی ہے، جو عقل کے لیے ایک موہوم خیال ہوتا ہے، یوں ایمان کے مقدمے کو مزید موکد کر دیتی ہے۔ چنانچہ وحی کے ذریعے اتمام حجت ایک درجہ آگے بڑھ کر مکمل ہوتا ہے، اور جب رسول کے ذریعے سے براہ راست ہوتا ہے تو آخری درجے میں مکمل ہو جاتا ہے۔

اتمام حجت کے ان تینوں درجات میں کاملیت کے لحاظ سے فرق ہے۔ عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ اتمام حجت کی ان تینوں اقسام کے مخاطبین کے معاملے میں جزا اور سزا میں بھی فرق ہونا چاہیے۔ یعنی جن لوگوں کو کسی رسول سے ایمان کی دعوت، براہ راست طور پر اپنے تمام دلائل، براہین اور معجزات وغیرہ کے ذریعے سے کامل طریقے سے ملی، ان کو رسول کی موجودگی میں خدا کی محسوس نشانیاں دیکھنے، سننے، سمجھنے اور اپنے شبہات اور اعتراضات کے جواب حاصل کرنے کا پورا موقع ملا ہو، انھوں نے نبی اور رسول کی پیشین گوئیوں کو پورا ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو، اور ان کے پاس انکار کے لیے کوئی عذر نہ رہ گیا ہو، ایسے لوگوں کا احتساب، یقیناً ان لوگوں سے کڑا ہونا چاہیے جو وحی اور رسول سے مطلقاً بے خبر رہے اور ان سے ایمان کا تقاضا محض فطرت کی پکار اور کائنات کی گواہی پر لبیک کہنے تک محدود رہا، اور دوسرے وہ جنھیں محض رسول اور وحی کی خبر سن اور پڑھ کر اور دلائل کی بنیاد پر ایمان لانے کو کہا گیا، انھیں رسول کی صورت میں خدا کی قدرت کی زندہ نشانیوں کا مشاہدہ کر کے ایمان لانے کی کیفیت حاصل نہ ہو سکی۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فطرت میں پائے جانے والے عدل کے ان بدیہی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے، خدا نے ان تینوں اقسام کے معاملات میں احتساب کا معاملہ مختلف رکھا ہے۔

وحی سے بے خبر، پہلی قسم کے لوگ، محض عقل و فطرت کی گواہی پر خدا پر اجمالی ایمان لانے کے مکلّف ہیں، لیکن کیا یہ گواہی ایمان و اخلاق کے باب میں انسان کو خدا کے ہاں مواخذہ کے کٹہرے میں کھڑا کرنے کے لیے کافی ہے؟ قرآن اس کا جواب اثبات میں دیتا ہے اور یہی قرین انصاف ہے:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ. (الاعراف ۷: ۱۷۲-۱۷۳)

''(اے پیغمبر، انھیں وہ وقت بھی یاد دلاؤ)، جب تمھارے پروردگار نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی نسل کو نکالا اور اُنھیں خود اُن کے اوپر گواہ ٹھیرایا تھا۔ (اُس نے پوچھا تھا): کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ اُنھوں نے جواب دیا: ہاں، (آپ ہی ہمارے رب ہیں)، ہم اِس کی گواہی دیتے ہیں۔ یہ ہم نے اِس لیے کیا کہ قیامت کے دن تم کہیں یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو اِس بات سے بے خبر ہی رہے۔ یا اپنا یہ عذر پیش کرو کہ شرک کی ابتدا تو ہمارے باپ دادا نے پہلے سے کر رکھی تھی اور ہم بعد کو اُن کی اولاد ہوئے ہیں، پھر کیا آپ ان غلط کاروں کے عمل کی پاداش میں ہمیں ہلاک کریں گے؟''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جناب جاوید احمد غامدی، ''البیان'' میں آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''... جہاں تک توحید اور بدیہیات فطرت کا تعلق ہے، اُن کے بارے میں مجرد اِس اقرار کی بنا پر بنی آدم کا مواخذہ کیا جائے گا۔ اُن سے انحراف کے لیے کسی کا یہ عذر خدا کے ہاں مسموع نہیں ہوگا کہ اُسے کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی یا اُس نے یہ انحراف خارجی اثرات کے نتیجے میں اختیار کیا تھا اور اِس کے ذمہ دار اُس کے باپ دادا اور اُس کا ماحول ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ انسان کے باطن کی یہ شہادت ایسی قطعی ہے کہ ہر شخص مجرد اِس شہادت کی بنا پر اللہ کے حضور میں جواب دہ ہے۔'' (۲/ ۲۴۲)

یہ عقل وفطرت کی طرف سے اتمام حجت ہے، اس پر مواخذہ آخرت میں ہوگا۔ یہی خدا کا بیان کردہ ضابطہ ہے۔

دوسرے وہ جن پر اتمام حجت بالواسطہ ہوا، یعنی جن پر وحی کی خبر سن کر اور وحی کو مصحف میں پڑھ کر اور دلائل کی روشنی میں اتمام حجت ہوا، ان کا احتساب بھی آخرت پر موقوف رکھا گیا ہے، خوب کاروں کو تو صلہ ملے گا ہی، البتہ ناسمجھی اور کوتاہیوں پر انھیں عذر خواہی کا موقع بھی ملے گا، یہ اعذار جس حد تک قابل قبول ہوں گے اتنی رعایت ملے گی، ورنہ ہر ایک کے احوال کے مطابق اس کی سزا ملے گی۔

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ

''اُس دن لوگ الگ الگ نکلیں گے، اِس لیے کہ

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ. (الزلزال ۹۹: ۶-۸)

اُن کے اعمال اُنھیں دکھائے جائیں۔ پھر جس نے ذرہ برابر بھلائی کی ہے، وہ بھی اُسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے، وہ بھی اُسے دیکھ لے گا۔‘‘

اس کے برعکس خدا کے رسول کی طرف سے براہ راست اتمام حجت کے نتیجے میں براہ راست منکرین اور مومنین کے احتساب کا معاملہ اتنا سخت کر دیا گیا کہ اسے آخرت پر بھی موقوف نہیں رکھا گیا، اسی دنیا میں ان کی عدالت لگا دی گئی، منکرین کی سزا اور مومنین کی جزا کا آغاز اسی دنیا سے کر دیا گیا:

لَهُمۡ عَذَابٌ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَۃِ اَشَقُّ وَمَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰہِ مِنۡ وَّاقٍ. (الرعد ۱۳: ۳۴)

’’اُن کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو اِس سے کہیں سخت ہے اور اُنھیں کوئی اللہ سے بچانے والا نہ ہوگا۔‘‘

تاہم، یہ صرف ایک نمونہ تھا، سزا و جزا کا کامل ظہور بہرحال آخرت ہی ہے۔ چنانچہ رسول کے ان براہ راست منکرین کو دہری سزا کی وعیدیں سنائی گئیں:

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَاُعَذِّبُهُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ. (آل عمران ۳: ۵۶)

’’پھر یہی نہیں، اِن منکروں کو میں دنیا اور آخرت، دونوں میں سخت سزا دوں گا، اور وہ کوئی مددگار نہ پائیں گے۔‘‘

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اس کے مقابلے میں رسول کے براہ راست مخاطبین میں سے اس پر ایمان لانے والوں اور اس کے لیے جان و مال قربان کرنے کا حوصلہ کر لینے والوں کے لیے بھی دہرے اجر کا فیصلہ سنایا گیا:

وَمَنۡ یُّهَاجِرۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ یَجِدۡ فِی الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا کَثِیۡرًا وَّسَعَۃً وَمَنۡ یَّخۡرُجۡ مِنۡۢ بَیۡتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ یُدۡرِکۡهُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُهٗ عَلَی اللّٰہِ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا. (النساء ۴: ۱۰۰)

’’(یہ لوگ گھروں سے نکلیں اور مطمئن رہیں کہ) جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ کے لیے بڑے ٹھکانے اور بڑی گنجایش پائے گا۔ اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اُس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے، پھر اُسے موت آجائے تو اُس کا اجر اللہ کے ذمے واجب ہو گیا اور اللہ بخشنے والا ہے، اُس کی شفقت ابدی ہے۔‘‘

انھیں آخرت کے اجر کے علاوہ دنیا میں عذاب سے نجات، مالی خوش حالی اور مناسب افرادی قوت کی صورت

میں سیاسی غلبے کی بشارتیں سنائی گئیں۔یعنی، ان کے لیے انعامات کا سلسلہ بھی دنیا ہی سے شروع کر دیا گیا، جس کا کامل ظہور قیامت میں ہوگا۔مثلاً پہلے رسول، نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے ایمان لانے کی صورت میں مالی خوش حالی اور سیاسی طاقت کے حصول کا وعدہ فرمایا:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا. (النوح ۷۱: ۱۰-۱۲)

’’اِس طرح کہ میں نے کہا: اپنے رب سے معافی مانگ لو۔ بے شک، وہ بڑا معاف کر دینے والا ہے۔ (اِس کے نتیجے میں) وہ تم پر چھاجوں مینہ برسائے گا۔ اور مال و اولاد سے تم کو برکت دے گا اور تمھارے لیے باغ اگائے گا اور تمھارے لیے نہریں بہا دے گا۔‘‘

اور آخری رسول، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم، بنی اسماعیل سے فتح و نصرت اور سیاسی غلبہ و استیلا کے وعدے کیے گئے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. (آل عمران ۳: ۱۳۹)

’’اور (جو نقصان تمھیں پہنچا ہے، اُس سے) بے حوصلہ نہ ہو اور غم نہ کرو، اگر تم مومن ہو تو غلبہ بالآخر تمھیں ہی حاصل ہوگا۔‘‘

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ.

(آل عمران ۳: ۱۱۱)

’’یہ تمھیں کچھ اذیت دے سکتے ہیں، اِس کے سوا یہ تم کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور (مطمئن رہو کہ) اگر یہ تم سے لڑیں گے تو لازماً پیٹھ دکھائیں گے۔ پھر ان کو کہیں سے کوئی مدد نہ ملے گی۔‘‘

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ. (النور ۲۴: ۵۵)

’’تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے اچھے عمل کیے ہیں، اُن سے اللہ کا وعدہ ہے کہ اُن کو وہ اِس سرزمین میں ضرور اُسی طرح اقتدار عطا فرمائے گا، جس طرح اُن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو اُس نے عطا فرمایا تھا اور اُن کے لیے اُن کے دین کو پوری طرح قائم کر دے گا جسے اُس نے اُن کے لیے پسند فرمایا ہے اور اُن کے اِس خوف کی حالت کے بعد

اِسے ضرور امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت
کریں گے، کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھیرائیں گے۔ اور
جو اِس کے بعد بھی منکر ہوں تو وہی نافرمان ہیں۔''

یہ دنیوی سزا و جزا دراصل قیامت کبریٰ کا ایک دنیوی نمونہ تھا، جسے ہم قیامت صغریٰ کہہ سکتے ہیں۔ احتساب کے علاوہ اس کا ایک مقصد یہ تھا کہ آخرت میں ہونے والے معاملے کی ایک جھلک دنیا والوں کو بھی دکھا دی جائے۔ اور پھر اس کا تذکرہ خدا کی کتاب میں محفوظ کر کے دنیا کو ایک زندہ خدا پر ایمان لانے کی دعوت دی جائے، قیامت صغریٰ میں جزا و سزا کا یہ تذکرہ انذار بن کر حسی اور سماعی طور پر بھی لوگوں کے سامنے آ جائے، اور وہ اس سے عبرت حاصل کرتے رہیں۔

اس خاص ضابطۂ الٰہی کو مکتبِ فراہی میں 'قانون اتمام حجت' کا اصطلاحی نام دیا گیا ہے۔ یہ قانون، قرآن مجید کے صفحہ صفحہ پر رقم ہے۔ اس کا ادراک قرآن مجید کے ہر عالم و مفسر کے ہاں موجود رہا ہے، لیکن اس کو ایک مکمل قانون کی شکل میں دریافت کرنے کا سہرا مولانا حمید الدین فراہی کے سر ہے۔ پھر اس کی توضیح مزید مولانا امین احسن اصلاحی کے ہاں، ان کی تفسیر ''تدبر قرآن'' میں ملتی ہے۔ اس کے بعد جناب جاوید احمد غامدی کے ہاں یہ اپنی تمام جزئی تفصیلات اور اطلاقات کے ساتھ نمایاں صورت میں نظر آتا ہے۔ قرآن فہمی کے لیے اس قانون کا درست فہم بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مضمون کی غایت

زیرِ نظر مضمون، فکر فراہی کی طرف سے پیش کردہ قانونِ اتمامِ حجت کے بارے میں پیدا ہونے والے چند نمایاں سوالات، اشکالات اور اعتراضات کی روشنی میں، اس قانون کی تفصیلات اور اطلاقات سے بحث کرتا ہے۔

قانون اتمام حجت کے بارے میں چند باتیں پیشِ نظر رہنا ضروری ہیں:

i۔ قرآن مجید کی بیان کردہ اس حقیقت سے قرآن کا کوئی طالب علم انکار نہیں کر سکتا کہ خدا کے رسولوں کی طرف سے دعوتِ دین کے نتیجے میں ان کی قوموں کے منکرین پر ایک خاص وقت گزر جانے کے بعد اللہ کی طرف سے اسی دنیا میں عذاب دیا گیا، جب کہ رسولوں اور ان کے مومنین کو اس عذاب سے بچا لیا گیا۔ جس تسلسل اور یکسانیت سے یہ معاملہ مختلف رسولوں کی قوموں کو پیش آیا، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ضابطۂ الٰہی رہا ہے۔ عذاب آنے

سے پہلے کی مہلت کا مقصد، پیغامِ حق کو اس کے پورے دلائل اور براہین سے قوم کے سامنے اس طرح رکھ دینا ہوتا ہے کہ قوم کے لیے انکار کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اس کو 'اتمامِ حجت' کا اصطلاحی عنوان دیا گیا ہے۔

درج ذیل آیات میں یہ قانون الٰہی اس طرح بیان ہوا ہے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ. (یونس ۱۰: ۴۷)

''(اُس کا قانون یہی ہے کہ) ہر قوم کے لیے ایک رسول ہے۔ پھر جب اُن کا رسول آ جاتا ہے تو اُن کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا۔''

اتمامِ حجت کے بعد، منکرینِ حق پر دنیا میں آنے والے یہ عذاب، آندھی، طوفان، سیلاب اور زلزلے وغیرہ کی قدرتی طاقتوں کے ذریعے سے بھی نازل ہوئے اور انسانی ہاتھوں کے ذریعے سے قتال اور محکومی کی صورت میں بھی۔ یہ دونوں صورتیں قرآن کے نصوص سے ظاہر ہیں۔

ii۔ رسول کے براہ راست مخاطبین میں سے اس پر ایمان لانے، اس کی پیروی کرنے اور استقامت کے ساتھ راہ حق کی تمام مشکلات کا سامنا کرنے کے اجر کے نتیجے میں مومنوں کو اسی دنیا میں عذاب سے نجات اور مالی خوش حالی اور مناسب افرادی قوت مہیا ہونے کی صورت میں سیاسی برتری کے وعدے کیے گئے۔ مثلاً:

ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ. (یونس ۱۰: ۱۰۳)

''(اِنھیں بتا دو کہ) پھر (جب وہ دن آ جاتا ہے تو) ہم اپنے رسولوں کو بچا لیتے ہیں اور (اُن کو بھی) جو اُن پر ایمان لائے ہوں۔ اِسی طرح ہمارا ذمہ ہے، ہم اُن کو بچا لیں گے جو ایمان لے آئے ہیں۔''

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ. (النور ۲۴: ۵۵)

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے اچھے عمل کیے ہیں، اُن سے اللہ کا وعدہ ہے کہ اُن کو وہ اِس سرزمین میں ضرور اُسی طرح اقتدار عطا فرمائے گا، جس طرح اُن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو اُس نے عطا فرمایا تھا اور اُن کے لیے اُن کے دین کو پوری طرح قائم کر دے گا جسے اُس نے اُن کے لیے پسند فرمایا ہے اور اُن کے اِس خوف کی حالت کے بعد

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اِسے ضرور امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت
کریں گے، کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھیرائیں گے۔ اور
جو اِس کے بعد بھی منکر ہوں تو وہی نافرمان ہیں۔''

اسی طرح اس وقت ہجرت کرنے والوں کو دنیا ہی میں اچھے ٹھکانے کے وعدے کیے گئے:

وَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا فِى اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا لَـنُبَوِّئَنَّهُمۡ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً‌ ؕ وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ اَكۡبَرُ‌ۘ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ. (النحل ۱۶:۴۱)

''جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہے، اِس کے بعد کہ اُن پر ظلم ڈھائے گئے، ہم اُن کو دنیا میں بھی لازماً اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو کہیں بڑھ کر ہے۔ اے کاش، یہ منکرین جانتے۔''

iii۔ رسول کے بغیر دنیوی عدالت قائم نہیں ہو سکتی:

دنیا میں اس طرح قیامتِ صغریٰ برپا کرنا، جس میں حق و باطل کی بنیاد پر جزا و سزا کا فیصلہ سنایا جائے، یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب خدا کا نمایندہ، یعنی رسول موجود ہو، جو خدا کی طرف سے پورے اختیار اور قطعیت سے اس فیصلے کی آگاہی اپنی مخاطب قوم کو دے سکے۔ منکر قوموں پر ان کے انکار کے نتیجے میں آنے والی تباہی ان منکرین پر خدا کی حجت کے مکمل ہوئے بغیر آنا قرینِ انصاف نہیں۔ ضروری ہے کہ سزا سے پہلے فردِ جرم مکمل طور پر ثابت کر دی جائے۔ منکرین کو معلوم ہو کہ ان کو کس بات کی سزا مل رہی ہے اور ان کے پاس انکار کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلٌ‌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوۡلُهُمۡ قُضِىَ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ. (یونس ۱۰:۴۷)

''(اُس کا قانون یہی ہے کہ) ہر قوم کے لیے ایک رسول ہے۔ پھر جب اُن کا رسول آ جاتا ہے تو اُن کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا۔''

iv۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ معلوم تاریخ میں رسولوں کے انذار کے بغیر انکارِ حق کرنے والی قوموں پر اس قسم کے عذاب نہیں آئے، اور نہ اب اس قسم کا کوئی عذاب آتا ہے جس میں مخاطبین کو تنبیہ اور چیلنج کرنے کے بعد اور یہ بتا کر کہ عذاب کیوں آ رہا ہے، عذاب نازل ہوتا ہو۔ اس کی وجہ بھی قرآن نے بیان کر دی ہے کہ کسی قوم پر تب تک عذاب نہیں آتا جب تک ان میں کسی رسول کی بعثت کے ساتھ اتمامِ حجت نہ ہو جائے۔ اس قانونِ الٰہی کو درج ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا. (بنی اسرائیل ۱۷:۱۵)

''ہم (کسی قوم کو) کبھی سزا نہیں دیتے، جب تک ایک رسول نہ بھیج دیں (کہ سزا سے پہلے وہ اُس پر

حجت پوری کردے)۔‘‘

مزید یہ کہ رسول کے مخاطب مومنین کے بعد، دیگر زمانوں کے مومنین کو ایمان لانے اور نیک عمل کرنے پر مالی خوش حالی اور سیاسی غلبہ لازمی طور پر نہیں ملتے۔ (ذریت ابراہیم کا معاملہ البتہ خصوصی نوعیت کا ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔)

اسی طرح، رسول کے دور میں ہجرت کرنے پر کیے جانے والے وعدے دوسرے ادوار کے مسلمانوں کے لیے لازمی طور پر پورے نہیں ہوئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اب جن مسلمانوں کو دین کی وجہ سے ہجرت کرنی پڑ جاتی ہے، اکثر اوقات وہ بڑی کس مپرسی کے اوقات گزار کر دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔

v۔ قانون اتمام حجت شریعت کا قانون نہیں ہے۔ یہ خاص سنت الٰہیہ ہے، جس کا اطلاق خاص زمان و مکان میں محدود طور پر کیا گیا تھا۔ جس طرح رسولوں کا انتخاب، ذریت ابراہیم کا انتخاب اور ان کے ساتھ خصوصی معاملات کا تعلق خاص سنن الٰہیہ سے ہے، اسی طرح جزا و سزا کا یہ خصوصی قانون بھی شریعت سے الگ، خاص سنن الٰہیہ میں سے ہے۔

دین میں جبر کرنے کی نفی شریعت کا قانون ہے، جب کہ منکرین کو سزا و جزا خدا کی سنت ہے۔ رسولوں کے اتمام حجت کے نتیجے میں بس یہ ہوا کہ آخرت میں دی جانے والی سزا کو دنیا میں بھی ایک حد میں نافذ کیا گیا۔

vi۔ قیامت کبریٰ اور قیامت صغریٰ (جو رسول کے اتمام حجت کے بعد دنیا میں برپا کی جاتی ہے) کے سزا و جزا کے ضوابط یکساں ہیں۔ یہ بات دونوں جگہ خدا کے عدل کے یکساں معیارات سے عیاں ہے۔ (تفصیل آگے آتی ہے)

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

خورشید احمد ندیم

مذہبی انتہا پسندی کا بیانیہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وہ بیانیہ جس نے مسلم نوجوانوں اور معاشروں کو انتہا پسندی کے راستے پر ڈالا، چند نکات پر مشتمل ہے:

۱۔ خلافت، ایک دینی اصطلاح ہے اور قیام خلافت ایک دینی ذمہ داری۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان ایک سیاسی وحدت ہیں اور یہ ان کا دینی فریضہ ہے کہ وہ مل کر ایک نظم اجتماعی تشکیل دیں۔ ان کا ایک خلیفہ ہو اور وہ اس کی اتباع کریں۔ اس تصور کے حق میں جو لٹریچر وجود میں آیا، اس میں ’خلافت‘ اور ’اسلامی ریاست‘ مترادف الفاظ ہیں۔ علم کی دنیا میں علامہ رشید رضا تک ’خلافت‘ کی اصطلاح مستعمل رہی۔ اس کے بعد ’اسلامی ریاست‘ نے ’خلافت‘ کی جگہ لے لی۔ دور جدید میں ایک بار پھر ’خلافت‘ کو اپنا لیا گیا۔

۲۔ مسلمانوں کی سیاسی وحدت کی اساس صرف مذہب ہے۔ اس کے علاوہ وحدت کی ہر بنیاد، وہ رنگ ہو یا نسل، جغرافیہ ہو یا زبان، باطل اور غیر اسلامی ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں میں کوئی سیاسی نظم اگر قائم ہوگا تو صرف مذہب کی بنیاد پر۔

۳۔ قومی ریاست عہدِ حاضر کا ایک تصور ہے جو غیر اسلامی ہے۔ یہ جغرافیہ یا نسل کو اجتماعیت کی اساس کے طور پر قبول کرتا ہے۔ دور جدید میں استعماری قوتوں نے قومی ریاست کے غیر اسلامی تصور کی آب یاری کی اور مسلمانوں کو رنگ و نسل کی بنیاد پر تقسیم کر دیا۔ بطور مسلمان ہم اس کو ماننے کے پابند نہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو مل کر اس کے خلاف متحرک ہونا چاہیے اور ایک عالم گیر خلافت قائم کرنی چاہیے۔

۴۔ جمہوریت ایک کفریہ نظام ہے۔ اس میں انسانوں کو صرف گنا جاتا ہے، تولا نہیں جاتا۔ اس نظام میں عامی

اور عالم، دونوں کی راے ایک جیسا وزن رکھتی ہے۔ یہ غیر اسلامی تصور ہے۔ اسلام میں جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ خدا کی حاکمیت کے مقابلے میں جمہور کی حاکمیت کا تصور ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا حقیقی فرماں روا ہے۔ اس کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ انسانی سماج اور ریاست پر بھی اس کی فرماں روائی قائم ہو جائے۔ لہٰذا اقتدار اصلاً مسلمانوں کا حق ہے جو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو قائم کرتے ہیں۔ اسلام نے اگر مذہبی آزادی کو روا رکھا ہے تو صرف انفرادی سطح پر۔ غیر مسلموں کو زمین پر حق اقتدار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر کہیں انھیں اقتدار حاصل ہے تو ہم بہ زور ان کا یہ اقتدار ختم کریں گے۔ جب تک ہمارے پاس طاقت نہیں، ہم بادل نخواستہ ان کے اس اقتدار کو گوارا کریں گے۔

۶۔ موجودہ مسلمان حکمران نفاذِ اسلام کی راہ میں رکاوٹ اور مسلم دشمن طاقتوں کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ دینی لحاظ سے ان حکمرانوں کی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن کا تعلق اجتماعیت سے ہے جیسے جہاد یا حدود کا نفاذ۔ کچھ وہ ہیں جو شہریوں پر انفرادی سطح پر نفاذِ اسلام سے متعلق ہیں، جیسے حجاب اور ڈاڑھی کی پابندی۔ مسلمان حکمران ان دینی ذمہ داریوں سے روگردانی کر رہے ہیں۔ قرآن مجید (المائدہ ۵: ۴۴) کی رو سے یہ بالفعل کافر، لہٰذا مرتد ہو چکے ہیں۔ چونکہ اسلام میں ارتداد کی سزا موت ہے، اس لیے ان کا خون مباح ہے، یعنی یہ واجب القتل ہیں۔ جو لوگ ریاست وحکومت کے اہل کار ہوتے ہوئے، ان کے معاون اور دست و بازو ہیں، ان کا شمار بھی انھی کے طبقے میں ہوگا، لہٰذا ان پر بھی ارتداد کی سزا نافذ ہوگی۔

۷۔ ارتداد کا ارتکاب صرف حکمران ہی نہیں، عام لوگ بھی کرتے ہیں۔ جیسے کسی مسلمان کی طرف سے دینی شعائر یا انبیا کی توہین جیسے افعال ہیں۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے مجرموں پر ارتداد کی سزا نافذ کرے۔ اگر حکومت اسلامی نہیں ہے یا اس ذمہ داری کو نبھانے میں تساہل کا مظاہرہ کرتی ہے تو یہ غیرتِ ایمانی کا تقاضا ہے کہ لوگ خود ایسے مجرموں کو سزا دیں۔

۸۔ اسلامی ریاست کے مسلم اور غیر مسلم شہری برابر نہیں ہیں۔ چونکہ اسلامی ریاست ایک نظریے کی بنیاد پر وجود میں آتی ہے، اس لیے جو لوگ اس نظریے پر ایمان نہیں رکھتے، ریاست کے ساتھ ان کی وفاداری پوری طرح ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا مسلم اور غیر مسلم کے شہری حقوق برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی فرق کی وجہ سے ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو کلیدی منصب نہیں دیے جا سکتے۔ ارتداد کی سزا کے حق میں ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ ریاست کے نظریے سے بغاوت ہے اور بغاوت کی سزا ہر مذہب اور قانون میں موت ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۹۔ جہاد کی علت کفر کا خاتمہ اور غلبۂ اسلام ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جہاد کفر کے خاتمے اور اسلام کو دیگر ادیان پر غالب کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ یہ فرضِ عین ہے۔ یعنی ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۱۰۔ جہاد کا اعلان حکمران کرتا ہے۔ اگر حکمران اس سے غافل ہوں تو جہاد کا حکم معطل نہیں ہوتا، کیونکہ اسے قیامت تک باقی رہنا ہے۔ یہ ذمہ داری پھر مسلمانوں کو اپنے طور پر ادا کرنا ہو گی۔ اس وقت جہاد کے لیے قائم تنظیمیں یہ فریضہ ادا کر رہی ہیں۔ لہٰذا ان کی نصرت دین کا تقاضا اور ان کی مخالفت دین کی مخالفت ہے۔

یہ ہے وہ بیانیہ جس نے مسلم دنیا میں انتہا پسندی اور نتیجۃً دہشت گردی کے بیج بوئے۔ ان تمام نکات کے حق میں دینی دلائل دیے جاتے ہیں۔ قرآن وحدیث اور فقہی روایت سے استدلال کیا جاتا ہے۔ علما کا اصل کام یہ ہے کہ وہ اس بیانیے کی حقیقت واضح کریں۔ وہ ان تمام نکات پر اپنا موقف سامنے لائیں۔ بنیادی سوال یہ ہے کہ ان کے نزدیک کیا یہ بیانیہ دینی اعتبار سے درست ہے؟ ان نکات کا دو اور دو چار کی طرح جواب چاہیے۔ مثال کے طور پر کیا اسلام مذہب کے علاوہ اجتماعیت کی کسی دوسری اساس کو قبول کرتا ہے؟ کیا قومی ریاست اسلام کی رو سے جائز ہے؟ ان سوالات کے یہ جواب نہیں ہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا اور اس کے آئین میں قرآن وسنت کے خلاف قانون سازی کی ممانعت ہے۔ علما کو یہ بتانا ہے کہ مذہب کے علاوہ اجتماعیت کی کوئی دوسری اساس، دینی نقطۂ نظر سے جائز ہے یا ناجائز؟

اس کے بعد اگلا مرحلہ آئے گا۔ اگر یہ نکات درست ہیں تو پھر جوابی بیانیے کی کوئی ضرورت باقی نہیں۔ اس کے بعد دینی حوالے سے لازم ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں کی نصرت کی جائے جو اسے درست سمجھتے ہیں۔ اگر غلط ہیں تو واضح کیا جائے کہ کیوں؟ علما کو یہ سمجھانا ہو گا کہ اس بیانیہ میں قرآن وحدیث سے استدلال میں کیا غلطی کی گئی ہے؟ آخری مرحلے میں انھیں ایجابی طور پر یہ بتانا ہو گا کہ جوابی بیانیہ کیا ہے؟ قرآن وسنت اس باب میں ہمیں کیا رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

اب مذمتی بیانات کو بیانیہ قرار دینے سے بات نہیں بنے گی۔ مسلمان معاشروں کو اب اس ابہام سے نکلنا ہے اور ریاستوں کو بھی۔ جہاں تک پاکستان کا معاملہ ہے، ریاستی اور معاشرتی سطح پر معاملہ بدستور غیر واضح ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اسے اصل جگہ سے مخاطب نہیں بنایا گیا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

عدنان اعجاز

جوابی بیانیہ اور قومی بیانیہ ـــــ ایک تقابلی جائزہ

حال ہی میں وزیر اعظم کی جانب سے 'جوابی بیانیے' کے تجدید مطالبہ کے نتیجے میں چھڑنے والی بحث کے استقصا سے پتا چلا کہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی جانب سے ایک 'قومی بیانیہ' ۲۰۱۵ء میں ہی تیار ہو چکا تھا۔ بنیادی ڈھانچہ اگرچہ مفتی صاحب ہی کا تھا، تاہم اُن کی رُوداد کے مطابق تمام مکاتبِ فکر کے نمایندہ علما کی جانب سے حذف و اضافے کی تصمیم وتوثیق کے بعد متفقہ مسودہ متعلقہ وفاقی اداروں کو ارسال بھی کر دیا گیا تھا۔ ہماری بدقسمتی کہ یہ اہم ترین پیش رفت شاید گم نامی اور شاید کوتاہ بینی سے علم میں اب تک نہ آ سکی تھی۔ خیر اب چونکہ یہ مسودہ جس کا بے چینی سے انتظار تھا، جسے مسلمانوں اور خصوصاً پاکستانیوں کو درپیش مہلک عالم گیر نظریاتی وباؤں کے لیے نسخۂ کیمیا بننا تھا، جب نمودار ہو چکا تو اب یہ ایک دیانت دارانہ علمی تجزیے کا متقاضی ہے۔

۲۰۱۵ء ہی کے آغاز میں جناب جاوید احمد غامدی صاحب کا مسودہ ''اسلام اور ریاست ـــــ ایک جوابی بیانیہ'' اس سے پہلے ہی شائع ہو چکا تھا۔ چنانچہ اب جب کہ یہ دونوں بیانیے ـــــ یعنی علما کا قومی بیانیہ اور غامدی صاحب کا جوابی بیانیہ ـــــ منظر عام پر آ چکے، لہٰذا اب ان دونوں کا تقابل وتجزیہ آسان بھی ہو گیا ہے اور ضروری بھی تاکہ یہ پرکھا جا سکے کہ کون سے وہ نظریات ہیں جو اب اس منتشر قافلے کی شیرازہ بندی کے لیے بانگ درا بننے کے اہل ہیں۔

یہ بات کوئی محتاج بیان نہیں کہ حکومت یا اہلِ علم و دانش جس بیانیے کا مطالبہ کر رہے ہیں، اُس کے موضوعات و مندرجات کی نوعیت کیا ہونی چاہیے، کیونکہ یہ تو آپ سے ہویدا ہے کہ اُن کی مراد اُن بنیادی مذہبی نظریات ـــــ جن کا پرچار دہشت گرد اور انتہا پسند کرتے ہیں ـــــ کے جواب میں ایسے نئے یا درست دینی نظریات ہیں جو قوم اور امت

کی سمت و احوال میں بہتری کی طرف گامزن کرنے کا موجب بنیں۔ بہرحال اس بات کا بیان یہاں کر دینا مناسب معلوم پڑا۔

تجزیے کے لیے آ یئے پہلے مفتی منیب صاحب کے قومی بیانیے کا ایک طائرانہ جائزہ لیتے ہیں کہ غامدی صاحب کے جوابی بیانیے پر تو بعض پہلوؤں سے بہت کلام (ہرچند ناکافی) اب تک ہو چکا ہے، اور پھر یہ دیکھتے ہیں کہ جس تناظر میں اور جن امراض کے علاج کے لیے یہ لکھے گئے ہیں، یہ دونوں بیانیے کس حد تک اُن کی رگ معدن معین اور اُن کی تشخیص کر پائے ہیں، اور کس تشخیص کے نتیجے میں قافلے کے رخ میں درستگی کے لیے کس قدر رہنمائی مل پائے گی۔

خلاصۂ قومی بیانیہ از مفتی منیب الرحمٰن

مفتی صاحب نے مملکتِ پاکستان کی اسلامی اساسوں کی نشان دہی کے بعد موجودہ ملکی قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنے کا مطالبہ دہرایا اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد ہر مسلمان کی دینی ذمہ داری ہونے کی یاددہانی بھی کرائی۔ تاہم انھوں نے یہ واضح فرمایا کہ نفاذِ شریعت کی یہ جدوجہد پرامن ہونی چاہیے، اور اس مقصد کے حصول کے لیے طاقت کا استعمال، ریاست کے خلاف مسلح محاذ آرائی، تخریب و فساد اور دہشت گردی کی تمام صورتیں، جن کا ہمارے ملک کو سامنا ہے، حرامِ قطعی ہیں، شریعت کی رو سے ممنوع ہیں اور بغاوت کے زمرے میں آتی ہیں۔ ریاست ان متشدد تحریکوں کو کچلنے کے لیے جو فوجی آپریشن کر رہی ہے، علما اُن کی مکمل حمایت کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ علما کو اکیسویں آئینی ترمیم میں جس طرح دہشت گردی کو ''مذہب و مسلک کے نام پر ہونے والی دہشت گردی'' کے ساتھ خاص کر دیا گیا تھا، پر تحفظات تھے۔ انھوں نے خودکش حملوں کے حرامِ قطعی ہونے کا اعادہ بھی فرمایا اور ضربِ عضب کا دائرہ لسانی، علاقائی اور قومیت کے نام پر مصروفِ عمل مسلح گروہوں تک وسیع کرنے کا مطالبہ کیا۔ فرقہ واریت کی بنیاد پر نفرت انگیزی اور مسلح تصادم کو ناجائز و جرم قرار دیتے ہوئے انھیں مسالک و مکاتبِ فکر سے ممیّز کیا، اور مؤخرالذکر کو تعلیم و تحقیق کے موضوعات ہونے کی وجہ سے اسلامی علمی سرمائے کا حصہ بتلایا۔ اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ میڈیا کے لیے ایک ضابطۂ اخلاق بنا کر انھیں ان موضوعات پر گفتگو کے لیے قانونی حدود کا پابند کیا جائے تاکہ انتشار نہ پھیلے۔ پھر مفتی صاحب نے بالعموم درس گاہوں کے حوالے سے حکومت کو ذمہ داری کا احساس دلایا کہ اگر کہیں بھی عسکریت یا نفرت انگیزی کی تعلیم دی جا رہی ہو تو اس کے خلاف اقدام کیا جائے۔ جہاں تک مدرسوں کا معاملہ ہے،

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

مفتی صاحب نے اُن کا دفاع کیا، ہر قسم کی حکومتی آڈٹ کی پیش کش کی اور شکوہ کیا کہ اُن پر بے جا الزامات بند ہونے چاہییں۔ انھوں نے دعوت وتبلیغ اور اظہارِ رائے کی آزادی کی توثیق کرتے ہوئے آرٹیکل ۲۹۵ کا حوالہ دے کر اس آزادی کو قانون کے دائرے میں رکھنے کی تاکید فرمائی۔ مفتی صاحب نے صریح الفاظ میں واضح کیا کہ مفتیان اور علما کا اختیار کفر کو کفر کہنے اور رسائل کو شرعی حکم بتانے تک محدود ہے۔ کسی شخص پر اس کے اطلاق اور اُس کے کفر و اسلام کا فیصلہ کرنے کا اختیار صرف حکومت و عدالت کو ہے۔ پھر دنیاوی تعلیم کے پرائیویٹ اداروں کے لیے کچھ اصلاحات تجویز فرمائیں۔ مفتی صاحب نے یہ نکتہ بھی واضح فرمایا کہ علما غیر مسلم شہریوں کے انسانی، شہری اور مذہبی حقوق کی توثیق اور اُن کے تحفظ کی پاس داری کا عہد کرتے ہیں۔ آخری نکتے میں خواتین کے حقوق کے حوالے سے اُن کی وراثت، تعلیم، شادی اور حق رائے دہی جیسے حقوق کی پاس داری کی تاکید کی اور حکومت کو قانون کی طاقت سے ان کی رکھوالی کی نصیحت فرمائی۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

قومی بیانیے کا طائرانہ جائزہ

سب سے پہلے مفتی منیب الرحمٰن صاحب بمع مساعد علما شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے حکومت و عوام کی معاونت کی خاطر یہ مفصل بیانیہ مرحمت فرمایا۔ اُن کی یہ کاوش قابل ستایش و توصیف ہے۔ پھر جس دوٹوک، بلا استثنا اور بے لاگ انداز میں محارب گروہوں کی قتل و غارت گری کو حرام لکھا ہے، یہ بھی لائق تحسین ہے۔ اب آیئے اس کے تجزیے کی طرف۔

اس بیانیے کا سب سے پہلا اور اہم ترین پہلو یہ سامنے آتا ہے کہ علما کی رائے میں روایتی مذہبی فکر یا اس پر مبنی مروّجہ مذہبی بیانیہ اور اس دور کے مفسدین کے نظریات کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ یعنی وہ اس کے قائل ہیں کہ مروّجہ مذہبی بیانیے میں کوئی شے ایسی نہیں جو انتہا پسندی یا دہشت گردی کا باعث بن رہی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ایسے مذہبی نظریے یا استدلال سے تعارض جو متشدد تحریکیں اپنی تائید میں اکثر پیش کرتی رہتی ہیں، اس بیانیے میں سرے سے جگہ ہی نہ بنا سکا۔ ہاں مفسدین کے اعمال کی مذمت انھوں نے دہرائی ہے، تاہم شاید ہی کوئی حلقۂ دانش یا مکتب فکر ایسا ہو جس نے اس کی مذمت بارہا نہ دہرائی ہو؛ الغرض تحصیل حاصل۔ شاید اسی لیے انھوں نے اس کا نام مذہبی بیانیہ کے بجائے قومی بیانیہ رکھا ہے۔ چنانچہ یہ واضح ہوا کہ علما کے نزدیک محارب گروہوں کے مذہبی بیانیے کا کوئی پہلو لائق تنقیح نہیں۔ اہل علم و دانش کے لیے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں پھر کچھ مانع نہیں کہ اِن محارب گروہوں کے نظریات و

اہداف کی تو علما توثیق کرتے ہیں، فقط طریقۂ کار سے اختلاف ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ بنیادی نظریات پر بحث یا اُن کی وضاحت کے بجاے یہ بیانیہ مختلف شعبہ ہاے ریاست و حکومت سے متعلق مجوّزہ اصلاحات پر مرتکز نظر آتا ہے۔ پس اپنے مقصد کے اعتبار سے یہ بیانیہ کم اور مسوّدۂ انتظامی اصلاحات زیادہ معلوم پڑتا ہے۔ باوجود اس کے، حکومت کو تجویز کردہ اِن گراں قدر اصلاحات پر ضرور غور کرنا چاہیے کہ یہ خیر کا باعث بہر حال بن سکتی ہیں۔ جیسے فتووں کے لزومی والتزامی تخصیص کے باب میں کسی مفتی کی حدود کا تعین اور حکومت و عدالت کے اختیارات کی توضیح موجبِ اصلاح تجویز ہے۔

تیسرا پہلو یہ ہے کہ یہ بیانیہ بین السّطور اور مبہم الفاظ میں اِن باغی گروہوں کے تولد و وجود کی اصل ذمہ داری حکومت پر ڈالتا ہے، اور اس کا سبب شریعت کے نفاذ سے رُوگردانی یا کوتاہی کو قرار دیتا ہے۔ اسی لیے اس بیانیے کی مجوّزہ اصلاحِ اقدامات کا بشکلِ کبیر رُخ حکومت کی طرف ہے اور متشدد گروہوں کی جانب نسبتاً کہیں کم۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

چوتھا پہلو یہ ہے کہ یہ بیانیہ باغی گروہوں کے ظالمانہ اعمال کی مذمت و تحریم تو کرتا ہے، پر اس کے لیے بھی کوئی دینی استدلال فراہم نہیں کرتا۔ بیانیے کا مقصد ہر کوئی جانتا ہے کہ فقط یہ تو نہیں تھا کہ مفسدین کی لفظاً مذمت کر دی جائے یا حرام کو حرام اور حلال کو محض حلال کہہ دیا جائے، بلکہ یہ تھا کہ ایسے مذہبی استدلال، خواہ اجمال سے ہی سہی، پیش کیے جائیں جن سے اُن کے فاسد نظریات جو اُن کے مہلک افعال کا سرچشمہ ہیں، کی تصحیح اور سادہ لوح عام عوام اور مخلص مسلمانوں کی رہنمائی ممکن ہو سکے۔ مثلاً پہلے ہی نکتے میں قرآن و سنت کے مطابق قوانین بنانے میں 'کوتاہی' کے نتیجے میں حکومت یا فوج کو غیر مسلم قرار دینے اور اُن کے خلاف مسلح کارروائی کی ممانعت تو لکھی، پر اِس کے لیے کوئی شرعی جواز فراہم نہیں کیا؛ باوجود اس کے کہ یہ 'کوتاہی' کا دعویٰ سراسر ایک موضوعی راے ہے جسے کوئی دوسرا 'سرکشی' پر محمول کر کے 'وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ'[1] کے زمرے میں لے آ سکتا ہے، اور جب کہ باغی گروہ اس استدلال کا سہارا ہر حملے کے فوراً بعد نشر کیے جانے والے بیانات میں بہ تکرار لیتے بھی نظر آتے ہیں۔ پس کسی قسم کے دینی استدلال سے خالی یہ بیانیہ علمی طور سے کمزوری کا مظہر نظر آتا ہے۔

پانچواں اور آخری اہم پہلو یہ ہے کہ بیانیہ تحریر و پیش کرنے والے قابل صد احترام مفتی صاحب کا تعلق جس مسلک سے ہے، سب اہل علم جانتے ہیں کہ اِس مسلک کے عقائد و نظریات اور پیروکار ـــــ ایک تحفظ ناموس رسالت کے زمرے کے کچھ متجاوز اقدامات کے ماسوا ـــــ کبھی دہشت گردی کے واقعات میں ملوّث و منسوب نہیں پائے

---

[1] المائدہ ۵: ۴۴۔

گئے۔ یہ تو چند اور مسالک ہیں جس کے کچھ متبعین اس ناسور سے گھائل ہوئے اور ہوتے چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ اِن کے قلم سے تسوید خیالات سے مخاصمین کی اصلاح کی امید کچھ اتنی ہی ہے جتنی اُس خط سے ہونی چاہیے جو پوپ (pope) نے تعدد ازواج کی مذمت پر مبنی مورمونوں (Mormons) کے نام ارسال کیا ہو۔ اگرچہ مفتی صاحب نے دوسرے مسالک کے پیشواؤں اور اُن کے نمایندوں کے موثق وہم نوا ہونے کا دعویٰ کیا ہے، تاہم فدوی کو یہ خوف ہے کہ کہیں غائبانہ توثیق اس اہم معاملے میں ناکافی نہ سمجھی جائے۔ پس انھیں بہ بانگ دہل اس کی تائید میں سامنے آنا ہوگا۔

اب آیئے اُن نکات کے ذیل میں دونوں بیانیوں کی تشخیص کی موزونیت ماپتے ہیں جن کو مخاصمین مذہبی بیانیے کی حیثیت سے اپنائے ہوئے ہیں اور وقتاً فوقتاً پوری قوّت وچیلنج کے ساتھ اُن کی نمایش بھی وہ کرتے رہتے ہیں۔ نظریات کی یہ تالیف ظاہر ہے کہ میرا انتخاب ہے اور اس میں حذف و اضافہ ممکن، تاہم مجھے اپنی تحقیق کے جامع ہونے پر اعتماد ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

دہشت گردوں کا بیانیہ

دہشت گردوں کا بیانیہ نکتہ ۱:

اسلام کا نظام فقط خلافت ہے جو یہ تقاضا کرتا ہے کہ پوری دنیا میں مسلمانوں کی ایک ہی سلطنت اور اُن کا ایک ہی خلیفہ ہونا چاہیے۔ ہر مسلمان پر اس کے قیام کی جدوجہد کرنا واجب ہے۔ موجودہ دَور کی متفرق ریاستوں کے عوام اور اِن کے حکمران اس حکم کی صریح خلاف ورزی کر کے، اور خلافت کے مقابل میں جمہوریت جیسے کفریہ نظام کو اپنا کے، شدید گناہ گار ہو رہے ہیں۔ پس جو کوئی اس 'ایک اسلامی خلافت' کے قیام میں حائل ہو رہا ہو یا اس گناہ پر مطمئن ہو، وہ گمراہ، بعض صورتوں میں فاسق اور بعض میں کافر اور حلال الدّم بھی ہو جاتا ہے۔ ہمارے سب جارحانہ اقدامات اسی تناظر میں ہیں۔

دہشت گردوں کا بیانیہ نکتہ ۲:

تمام مسلمان ایک قوم ہیں۔ اسلام میں قومیت کی بنیاد صرف ہمارا مذہب ہی ہوسکتا ہے۔ موجودہ دَور کی ریاستیں چونکہ مذہب کے علاوہ دوسرے مشترکات، جیسے زبان، رنگ، نسل، علاقہ وغیرہ کی بنیاد پر بنی ہیں، اس لیے حرام ہیں، اور اِن سرحدوں کا مٹا دینا دین کا تقاضا۔ ویسے بھی سرحدوں کی یہ لکیریں کافروں کی کھینچی ہوئی ہیں، اس لیے باطل منذ البدایۃ

(void ab initio) پس نا قابل قبول ہیں۔ لہٰذا اللہ کی زمین کو اِن ناجائز و بدعی سرحدوں سے پاک کر دینا یا کم از کم اس کی جدو جہد کرنا ہر مسلمان کی دینی ذمہ داری ہے۔ جو مسلمان یہ نہیں کر رہے، وہ شدید گناہ گار ہو رہے ہیں۔

دہشت گردوں کا بیانیہ نکتہ ۳:

کفر و شرک کو دنیا میں رہنے کی اجازت تو دی جا سکتی ہے، پر کسی خطۂ ارض پر حکومت کرنے کی نہیں۔ یہ زمین جس طرح صرف خداے واحد کی ملک ہے، اسی طرح یہاں امر (حکومت) کا اختیار بھی صرف اُسی کو ہے۔ پس مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ پوری زمین کو خداے واحد کی حکمرانی میں لانے کے لیے ہر لمحہ کافر و مشرک اقوام سے برسرِ پیکار رہیں، اور اس مقصد کے حصول کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے مثال پکڑتے ہوئے دعوت، تبلیغ، مجادلہ اور جارحانہ اقدامات سب اپنائے جا سکتے ہیں۔ ایک دِن تو ایسا آنے ہی والا ہے جب پوری زمین پر صرف اسلام کا بول بالا ہوگا، پر اِس دن کو لانے کی جدو جہد کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

دہشت گردوں کا بیانیہ نکتہ ۴:

اسلام کی رُو سے کافر کی جان کو فی الحقیقت کوئی حرمت حاصل نہیں۔ ہاں، اگر انھیں کسی مسلمان یا معاہد قوم یا اُن کے ارباب اقتدار نے امان دے رکھی ہو تو ایک طرح کی عارضی حرمت اِن کے باب میں بھی قائم ہو جاتی ہے۔ تاہم، چونکہ کوئی ایسی اسلامی حکومت نہ تو پاکستان میں اور نہ ہی دوسرے اسلامی ممالک میں قائم ہے جو اسلامی حکومت کہلانے کی لائق یا اہل ہو تو اس سبب اِن کی دی ہوئی امان بھی باطل و ناکارہ ہے۔ پس کہیں بھی غیر مسلموں کی بے دریغ گردن زدنی کرنا دینی اعتبار سے بالفعل جائز ہے۔

دہشت گردوں کا بیانیہ نکتہ ۵:

ارتداد کی سزا اسلام میں موت ہے۔ یہ سزا دینے کا اصل اختیار اور ذمہ داری حکومت ہی کے پاس ہے۔ پر جب نہ تو حکومت خود ہی اسلامی کہلانے کی اہل ہو اور یا اس سزا کے اطلاق میں ناکامی یا عدم دل چسپی کا مظاہرہ کر رہی ہو، تو مخلص مسلمانوں کی یہ ذمہ داری بن جاتی ہے کہ اللہ کی اس حد کی پاس داری و نفاذ کریں۔ اس سبب وہ فرقے جو اپنے بعض عقائد (جیسے اسلاف سے شرکیہ عقیدت، تحقیر صحابہ وغیرہ)، یا افعال (جیسے ہجوِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مسلمانوں کے خلاف غیر مسلموں کی اعانت وغیرہ) کے باعث مرتد ہو چکے ہیں، اُن کی گردن زدنی جائز ہی نہیں، بلکہ واجب ہو جاتی ہے۔

دہشت گردوں کا بیانیہ نکتہ ۶:

نفاذِ شریعت کی جدو جہد ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ پاکستان تو بنا ہی اسلام کے نام پر تھا۔ پس جو حکمران اور

معاون حکومتی ادارے، یہاں تک کہ اُن کی معاونت کرنے یا اُن کے ساتھ اس انحراف میں تسامح برتنے والے علما، جو کوئی بھی پاکستان یا دنیا کے کسی اور مسلم ملک میں نفاذِ شریعت (جس میں نماز، زکوٰۃ، حدود، ڈاڑھی، پردہ، آلات موسیقی کی ممانعت، غیر مسلموں کی اذل شہریت اور اُن سے جزیہ وغیرہ جیسے اسلامی قوانین اور شعائر کی پابندی شامل ہے) سے انحراف یا پس وپیش سے کام لے رہا ہے، وہ اللہ کا مجرم ہے اور سورۂ مائدہ کی آیات ۴۴، ۴۵ اور ۴۷ کے تحت سرکش و کافر ہو چکا ہے۔

دہشت گردوں کا بیانیہ نکتہ ۷:

جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہ اصلاً دینِ اسلام کو تمام دنیا پر نافذ کرنے کے لیے کیا جاتا ہے (کَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا)۔ پھر مزید اِس وقت جو صورت حال مسلم ممالک پر غیر مسلم عالمی قوتوں کے ہاتھوں حملوں اور قبضوں کے باعث درپیش ہے، یہ بھی اِن حربیوں کے خلاف قتال اور 'ملکے ہو یا بو جھل، اللہ کی راہ میں نکلو' کا تقاضا کرتی ہے۔ پس ہر سالم عقل و بدن مسلمان کی یہ دینی ذمہ داری ہے کہ وہ نہ صرف غیر مسلم قوتوں کے ہر ہر معاون (فوجی، حکمران، ریاستی اداروں، جنگ پر گرمانے والے لکھاریوں، حتیٰ کہ ٹیکس کے ذریعے بالواسطہ معاونت کرنے والے عوام) کے خلاف ہر جلی و خفی طریقے سے جنگ کریں، بلکہ جو مسلمان افراد یا ممالک بھی معاونت علی الاثم کے اس جرم میں اُن کے شریک کار رہیں، اِن سب کو بھی غیر مسلموں میں سے ہی شمار کرتے ہوئے اِن کی بھی بیخ کنی سرانجام دیں، اور فقط نام کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان سے کوئی رُو رعایت نہ برتیں۔ یہی آیت 'وَمَنْ یَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ'[2] کا تقاضا ہے۔

یہ ہے وہ بیانیہ اور بالعموم وہ بنیادی نظریات جن کے دہشت گرد قائل اور جن کی اشاعت و تبلیغ اُن کی جانب سے بارہا ہو چکی ہے۔ اور کوئی محقق بھی بشکل مستقل ذاتی طور پر یہ باور کر سکتا ہے کہ دہشت گردوں کے ہر ظالمانہ فعل کا اصولی کُھرا انھی نکات میں سے کسی ایک تک پہنچتا ہے۔ پس آیئے اب دیکھتے ہیں کہ علما اور غامدی صاحب کے مدون بیانیے اِن سے کس طور تعارض کرتے ہیں۔

تعارض

نکتہ ۱:

جوابی بیانیہ: نکتہ نمبر ۲ خلافت کے نظریے کو اپنی بنیاد سے ہدف بنا کر یہ واضح کرتا ہے کہ نہ تو خلافت دین اسلام کی

[2] المائدہ ۵: ۵۱۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

کوئی اصطلاح ہے اور نہ ہی اس کا کسی عالم گیر سطح پر قیام مسلمانوں سے کوئی دینی تقاضا۔ خلافت کا اصطلاح بننا اور اس کے لوازمات کا شمار بعد کے ادوار میں ہوا۔ اولین ماخذوں میں حکم تھا تو فقط اتنا کہ اگر کسی قطعۂ ارض میں بھی حکومت مسلمانوں کے پاس آ جائے تو اُن کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کے احکامات کی پاس داری کریں، انصاف سے معاملات چلائیں، اور اپنے پورے نظام کو باہمی مشاورت پر استوار کریں۔ اسی طرح نکتہ نمبر ۸ جمہوریت کو گناہ تو کجا باہمی مشاورت اور منشاء الٰہی کی ایک مجسّم اور قابلِ عمل موجودہ صورت بتاتا ہے اور اس کے لیے دلائل بھی فراہم کرتا ہے۔ پھر اِن دونوں نکات کی مزید وضاحت اور علما کے اعتراضات کے جوابات کے لیے دو پورے مضامین بھی اس جوابی بیانیے کے ضمیمہ کے طور پر فراہم کرتا ہے۔ الغرض یہ بیانیہ دہشت گردوں کے نظریے کی بنیاد ہی کا استیصال اور 'قضی علیہ فی المھد' کر دیتا ہے۔ پس مسلمانوں کا مجرم یا گناہ گار ہونا تو درکنار اُن کے دورِ حاضر کی ریاست و جمہوریت کا وفادار بن کے رہنے کو ہی عین مطلوب اسلام ثابت کرتا ہے۔

قومی بیانیہ: قومی بیانیہ اس نکتے سے تعرض ہی نہیں کرتا۔

نکتہ۲:

جوابی بیانیہ: نکتہ نمبر ۳ پورے ارتکاز سے اس خیال کی تردید کرتا ہے کہ مسلمانوں کا متفرق اقوام میں بٹ جانا دین کے کسی حکم یا موصی بہ کی خلاف ورزی ہے۔ اسلام کی تعلیم فقط یہ ہے کہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں، ایک دوسرے کے ہمدرد اور مددگار رہیں۔ ایک جسم کے مانند ہیں۔ چنانچہ چاہے وہ ایک سلطنت کے باسی ہوں اور چاہے سینکڑوں، چاہے مشرق میں رہتے ہوں اور چاہے مغرب میں، اُن کا ایک دوسرے کو بھائی سمجھنے میں اور دکھ درد میں شریک ہونے میں کوئی شے مانع نہیں۔ اسی طرح وطن اور ملک کا قیام جس طرح مذہب کے اشتراک کی بنیاد پر کیا جا سکتا ہے، اسی طرح دوسرے مشترک خصائص، جیسے رنگ، نسل، زبان، جغرافیہ کی بنیاد پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ اگر قرآن و حدیث میں اس کے برعکس کوئی حکم ہے تو پیش کیا جائے۔

قومی بیانیہ: اس اہم نظریے پر بھی یہ بیانیہ سکوت اختیار کیے ہوئے ہے۔

نکتہ۳:

جوابی بیانیہ: اس بیانیے کا کوئی نکتہ براہِ راست اس نظریے کو موضوع نہیں بناتا۔ تاہم، اس سے تعارض کے لیے اصل بنیادی مقدمہ وہی ہے جسے جوابی بیانیے کے نکتہ نمبر ۵ اور ۶ پیش کرتے ہیں۔ یعنی اسلام کی رُو سے یہ باور کرایا جائے کہ اگرچہ کفر و شرک ابدی جرائم ہیں، مگر اِن جرائم کو اختیار کرنے کی اللہ نے اس زندگی میں ہر کسی کو کھلی اجازت

دے رکھی ہے۔ اس دنیا کی حد تک یہ قابلِ دست اندازی جرائم سرے سے ہیں ہی نہیں۔ کافر ومشرک یہاں فقط مخاطبِ دعوت ہیں۔ ان جرائم پر محاسبہ صرف آخرت میں اللہ خود کرے گا۔ اور اگر دنیا میں مثال بنانے کے لیے اللہ نے اس پر محاسبہ کیا بھی ہے تو ایک پورا نظام اس کے لیے وضع فرما کر قرآن میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے، جس کے تحت یہ دروازہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے۔ پس جس طرح ان کفار ومشرکین کو دنیا میں اپنے مذاہب پر قائم رہنے کی پوری آزادی ہے، اسی طرح حکومت بنانے کی بھی پوری اجازت۔ اور رہی بات اسلام ان تک پہنچانے کی غرض، تو اس مقصد کے لیے صرف دعوت وتبلیغ کا رویہ اپنایا جا سکتا ہے۔ جہاد وقتال دینی اعتبار سے صرف اور صرف ظلم وعدوان، جسے شرعی اصطلاح میں 'فتنہ' سے تعبیر کیا جاتا ہے، کے خلاف جائز وروا ہے۔ تاہم، یہ تبصرہ ضروری ہے کہ جوابی بیانیہ اس نظریے سے پورے ارتکاز اور شد و مد سے تعارض کرنے اور استدلال کو سینگوں سے پکڑنے میں کچھ ناقص دِکھتا ہے۔

قومی بیانیہ: اس نظریے سے تعارض بھی قومی بیانیے میں جگہ نہ بنا سکا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نکتہ ۴:

جوابی بیانیہ: جوابی بیانیے کا نکتہ نمبر ۵ اس نظریے سے بھی مماسی تعارض اس طرح کرتا ہے کہ جب کفر وشرک وغیرہ ایسے جرائم ہی نہیں جو اس دنیا میں قابلِ دست اندازی وسزا ہوں تو پھر کفار ومشرکین کی جان کی حرمت اس طرح کے اٹکل پچوؤں سے حلال کرنا سراسر زیادتی اور اللہ کے دین کے ساتھ مذاق ہے۔ تاہم یہاں بھی جوابی بیانیہ انسانی جان کی مطلق حرمت پر مبنی کسی دلیل کے ذریعے جو اس فاسد نظریے کا استیصال کر دیتی براہِ راست تعارض میں کمزور ہے۔

قومی بیانیہ: قومی بیانیے نے اس نکتے کو کسی حد تک براہِ راست اور کسی حد تک مماسی موضوع بنایا ہے، اور نکتہ نمبر ۱ میں بتایا ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ اگر اسلام کے نفاذ میں ان سے کوتاہی ہو رہی ہے تو یہ بے عملی ہے اور اس کوتاہی کی وجہ سے ملک کی اسلامی حیثیت اور اسلامی اساس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اس کی بنا پر ملک، حکومت وقت یا فوج کو غیر مسلم قرار دینے اور ان کے خلاف مسلح کارروائی کا کوئی شرعی جواز نہیں ہے۔ پس اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اِن کی دی ہوئی امان پوری طرح سالم اور قائم ہے۔ پھر نکتہ ۱۴ میں غیر مسلموں کے کچھ حقوق کے تحفظ اور مذہب پر عمل کرنے کے پورے حق کی توثیق فرمائی۔ تاہم کافر کی جان کو فی الحقیقت حرمت نہ حاصل ہونے جیسے سنگین نظریے سے کسی قسم کا کوئی تعارض یہاں بھی مفقود ہے۔

نکتہ۵:

<u>جوابی بیانیہ</u>: نکتہ نمبر۴ اور ۵ اس نظریے کو مرکز پارہ بنا کر پوری طرح نابود کر دیتے ہیں۔ یہ نکات یہ بات واضح کرتے ہیں کہ اوّل تو کفر و شرک کی طرح ارتداد بھی اس دنیا کی حد تک قابلِ سزا جرم ہی نہیں۔ اِس کا محاسبہ بھی موضوعِ آخرت ہے۔ اور دوم، یہ حق اللہ نے کسی انسان کو دیا ہی نہیں کہ وہ دوسروں کے کفر و اسلام کا فیصلہ کر سکیں، کجا کہ اس پر سزا کا موقع آئے۔ جو مسلمان اپنے اقرار سے مسلمان ہوں، مگر کچھ گمراہ عقائد یا اعمال اپنائے ہوئے ہوں تو اُن کے متعلق علما کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ اُن کو علمی انداز میں اُن کی غلطی کا احساس دلایا جائے اور بس۔ اور رہا اللہ کے حدود کا نفاذ تو نکتہ نمبر ۹ اور ۱۰ یہ واضح کرتے ہیں کہ یہ اجتماعی احکامات اربابِ حل و عقد ہی سے متعلق اور وہی ان کے مخاطب ہیں۔ اسی لیے اگر وہ کسی ثابت شدہ حد (نہ کہ ارتداد کی سزا جس کا حد ہونا ہی اُن کے مطابق بے بنیاد ہے) کے نفاذ میں بھی کوتاہی یا سرکشی کریں تو کسی کو یہ حق نہیں کہ جتھا بندی کر کے خود حدود کا نفاذ شروع کر دیں۔

<u>قومی بیانیہ</u>: ارتداد جیسے اہم موضوع سے بھی کوئی اصولی تعارض نہیں کیا گیا۔ ہاں ارتداد کے اطلاق میں نکتہ نمبر ۱ اور ۱۲ کے ذیل میں یہ بات البتہ واضح کی گئی ہے کہ نہ تو حکومتِ پاکستان کو مرتد کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی فرد یا ادارے پر اس کا اطلاق عدالت کے سوا کوئی کر سکتا ہے۔ تاہم، اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی شرعی دلیل مرحمت نہیں فرمائی۔ بایں ہمہ، اس طرزِ گفتگو سے انھوں نے اس تاثر کو قوت بخشی ہے کہ کسی کو مرتد قرار دینا مذہبی اعتبار سے برحق ہے اور اس کی سزا موت ہی ہے، مگر اس کا طریقۂ کار وہ نہیں ہے جو مفسدین اپنائے ہوئے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نکتہ۶:

<u>جوابی بیانیہ</u>: جوابی بیانیہ شاید اس نفاذِ شریعت کے نظریے پر سب سے تفصیل سے کلام کرتا ہے اور اس کے نکات ۹ اور ۱۰ مختلف جہتوں سے اس کی مفصل وضاحت کرتے ہیں۔ یہ نکات بتاتے ہیں کہ نفاذِ شریعت کی اصطلاح ہی مغالطہ انگیز ہے، اِس لیے کہ اِس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ اسلام میں حکومت کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ شریعت کے تمام احکام ریاست کی طاقت سے لوگوں پر نافذ کر دے، درآں حالیکہ قرآن و حدیث میں یہ حق کسی حکومت کے لیے بھی ثابت نہیں ہے۔ اس لیے اسے شریعت پر عمل کی دعوت کہنا چاہیے۔ پھر مزید یہ بیانیہ تفصیل کے طور پر پورے تعین اور تحدید کے ساتھ ایک فہرست بنا کر بتاتا ہے کہ وہ کون سے انفرادی اور اجتماعی دینی احکام ہیں جن کے نفاذ کا اختیار اسلام کی رُو سے حکومت کو حاصل ہے اور جن کے نفاذ کا مطالبہ وعظ، نصیحت اور انذار کے ذریعے حکمرانوں سے عوام کر سکتے ہیں۔ پھر اس پر ایک مزید توضیحی مضمون ''قانون کی بنیاد'' کے عنوان سے بھی مرحمت فرمایا جو اس سلسلے میں اساسی

اشکالات رفع کرتا ہے۔ میری راے میں اس نظریے سے تعارض جوابی بیانیے کا ذروۂ سنام ہے۔

قومی بیانیہ: نفاذِ شریعت کی تعبیر یا تفصیل کے متعلق پھر قومی بیانیہ خاموش ہے، پر علما کی جانب سے نفاذِ شریعت کا مطالبہ حکومت سے اس بیانیے میں بھی دہرایا گیا ہے۔ ہاں اس تخصیص کے ساتھ کہ اس نفاذ کی جدوجہد صرف پُر امن طریقوں ہی سے ممکن ہے۔ اور جو طاقت کا استعمال وہ کر رہے ہیں اور اس کے نام پر قتل وغارت گری مفسدین نے مچا رکھی ہے، وہ قطعی حرام ہے۔ تاہم، حسبِ معمول کوئی شرعی دلیل اس حرمت پر بھی غیر مذکور ہے۔

نکتہ ۷:

جوابی بیانیہ: نکات ۶ اور ۷ جہاد کے اس طرح کے نظریات کے تفصیلی ردّ پر مشتمل ہیں اور باحسن وخوبی اس کی انجام دہی کرتے ہیں۔ یہ بیانیہ بتاتا ہے کہ جہاد فقط ظلم وعدوان کے خلاف ممکن ہے۔ یہ صرف مقاتلین (combatants) کے خلاف کیا جا سکتا ہے۔ اس کے دوران اخلاقیات ہمیشہ مقدم ہیں۔ اور جہاں تک اختیار کا تعلق ہے تو قرآن و حدیث میں جہاد کا اختیار صرف نظمِ اجتماعی کو حاصل ہے۔ وہی اِن احکام کے مخاطب ہیں۔ اس لیے کوئی فرد یا گروہ جہاد کے فیصلے کا ذاتی اختیار رکھتا ہی نہیں۔ ہاں البتہ مسلمانوں کا غیر مسلم اقوام کو مسلمان اقوام کے خلاف معاونت مہیا کرنے کی صورت میں یہ بیانیہ امکان، جواز، عدم جواز وغیرہ جیسے موضوعات پر بحث کے معاملے میں کچھ تشنہ رہ گیا ہے۔ میرے نزدیک یہ ایک بڑی تشنگی ہے۔

قومی بیانیہ: جہاد کے موضوع سے بھی کوئی قابلِ ذکر تعارض اس بیانیے میں نہیں۔ نکتہ نمبر ۴ اور ۶ میں خود کش حملوں کی حرمت کی تکرار اور فرقہ وارانہ مسلح تصادم کو ناجائز و جرم لکھا ہے۔ پر یہ اس نظریۂ جہاد کے چند اطلاقات سے کلالہ تعارض سے زیادہ کچھ نہیں۔

اختتامیہ

دہشت گردوں اور انتہا پسندوں کے جو بیانیۂ نظریات ہر غیر جانب دار محقق کے مطابق مولد فساد ہیں، اُن کے مقابل میں ایک ایسے بیانیے کی ضرورت تھی جو ان فاسد نظریات کے متعلق دین اسلام کے صحیح نظریات مدلل انداز میں پیش کر کے مفسدین، امت مسلمہ اور غیر مسلم اقوام کے سامنے اسلام کے بے داغ نظریات پیش کر دیں، اور امت مسلمہ کو وہ فکری ہتھیار مہیا کریں جن کی ترویج و اشاعت سے مفسدین کو متواتر بہم پہنچنے والی انسانی کمک تھم سکے اور اس جاری وساری مذہب کے نام پر فساد کا خاتمہ ممکن ہو۔

غامدی صاحب کا جوابی بیانیہ تقریباً اُن سارے ہی نظریات سے تعارض کرتا اور بڑے پُرمغز انداز میں اُن کی غلطی واضح کرتا اور اُن کی فکری بنیادیں منہدم کرتا ہے۔ اور امت مسلمہ اور اُن کی حکومتوں کو وہ دلائل فراہم کرتا ہے جن کی بنیاد پر وہ اپنے قافلے کو دشتِ ہلاکت سے شاہراہِ ہدایت پر لا سکتے ہیں۔ اس میں اگرچہ بہتری کی گنجایش موجود ہے، پر بنیادی مسوّدے کی حیثیت سے یہ پوری طرح جامع ہے۔

اس کے مقابل میں قومی بیانیے کے متعلق حیرانی سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس نے تقریباً اُن سارے ہی نظریات کو نظرانداز کر دیا ہے جو صرف یہی نہیں کہ محققین فساد کی رگِ معدن بتا رہے ہیں، بلکہ مفسدین خود بھی پورے خلوص و یقین سے اس کا اقرار کرتے چلے آ رہے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ اِن نظریات سے دامن بچا کر علما نے 'تقویٰ' کا مظاہرہ کیا ہے یا 'تقیہ' کا، پر یہ معلوم ہے کہ یہ موقع اِن دونوں کا نہیں تھا۔ اس سے تو یہ تاثر نا قابل تجاہل ہو جائے گا کہ علما چاہے طریقۂ کار کی درستگی پر کچھ نصیحتیں کر رہے ہیں، پر مفسدین کے بنیادی نظریات کی خاموش توثیق کرتے ہیں۔

بہرحال اب یہ دو بیانیے عیاں ہو چکے۔ اب حکومت کو چاہیے کہ اپنی سرپرستی اور حفاظت میں بحث و مباحثہ کا ماحول اور فورم مہیا کرے، تاکہ ان بیانیوں کی بحث کے نتائج سے وہ اپنے لیے ایک حتمی بیانیہ تسوید کر سکے۔ یہ صرف چند لفظوں کی جنگ نہیں، مسلمانوں کے بقا کی جنگ ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس معاملے میں اضمحلال، عدم دل چسپی یا تاخیر سے حکومت اللہ کے سامنے مجرم قرار پا رہی ہے۔

یہ یاد رہے کہ مذہب اس فساد کے سکے کا مگر ایک رخ ہے۔ دوسرا رخ سیاست ہے۔ ہمیں اپنی داخلی و خارجہ پالیسی پر بھی نظرثانی کرنی ہے اور اس کے لیے بھی ایک ایسے بیانیے کی ضرورت ہے جو ہمیں عالمی قوتوں کی طاقت سے مجبور ہو کر بھی اندرونی یا بیرونی کسی ایسی پالیسی کا حصہ نہ بننے دے جو پاکستان کے شہریوں کو مذہب سے لاتعلق ہونے یا اُس کا غلط استعمال کرنے یا اخلاقی ضوابط کو طاقِ نسیاں کے سپرد کرنے پر مجبور کرے۔ کسی اصولی اخلاقی وجہ سے نہیں تو کم از کم اس کے مہلک نتائج سے ہی کچھ سبق سیکھ کر ہمیں اپنی پیمانہ بندی کرنی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ادبیات

خیال و خامہ

جاوید احمد غامدی

○

بہار آئی تو ہے چمن میں ، بہار کی تازگی کہاں ہے!
نئی نئی کونپلیں تو ہیں ، اِن کا ذوقِ بالیدگی کہاں ہے!

نہ غمزہ و عشوہ و ادا ہے ، نہ کوئی تشبیہ و استعارہ
وہ کیا ہوئے رنگ موقلم کے، رباب کی نغمگی کہاں ہے!

مرے تخیل کے لالہ زاروں میں رنگ بے رنگ ہو رہے ہیں
وہی ہے فطرت تو پوچھتے ہیں کہ اُس کی مشاطگی کہاں ہے!

یہ نجد کا دشت ہے تو کیوں آج اپنی وحشت کو ڈھونڈتا ہے؟
اگر یہی قیس عامری ہے تو اِس کی آشفتگی کہاں ہے!

وہ فقرِ غیور اب کہاں ہے جو علم و حکمت کی آبرو تھا
جسے سلیقہ تھا خواجگی کا ، جہاں میں وہ خواجگی کہاں ہے!

تجھے اندھیروں سے خوف کیا ہے کہ تیرے ہاتھوں میں، اے مسلماں
اگر خدا کی کتاب ہے تو یہاں کوئی تیرگی کہاں ہے!

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

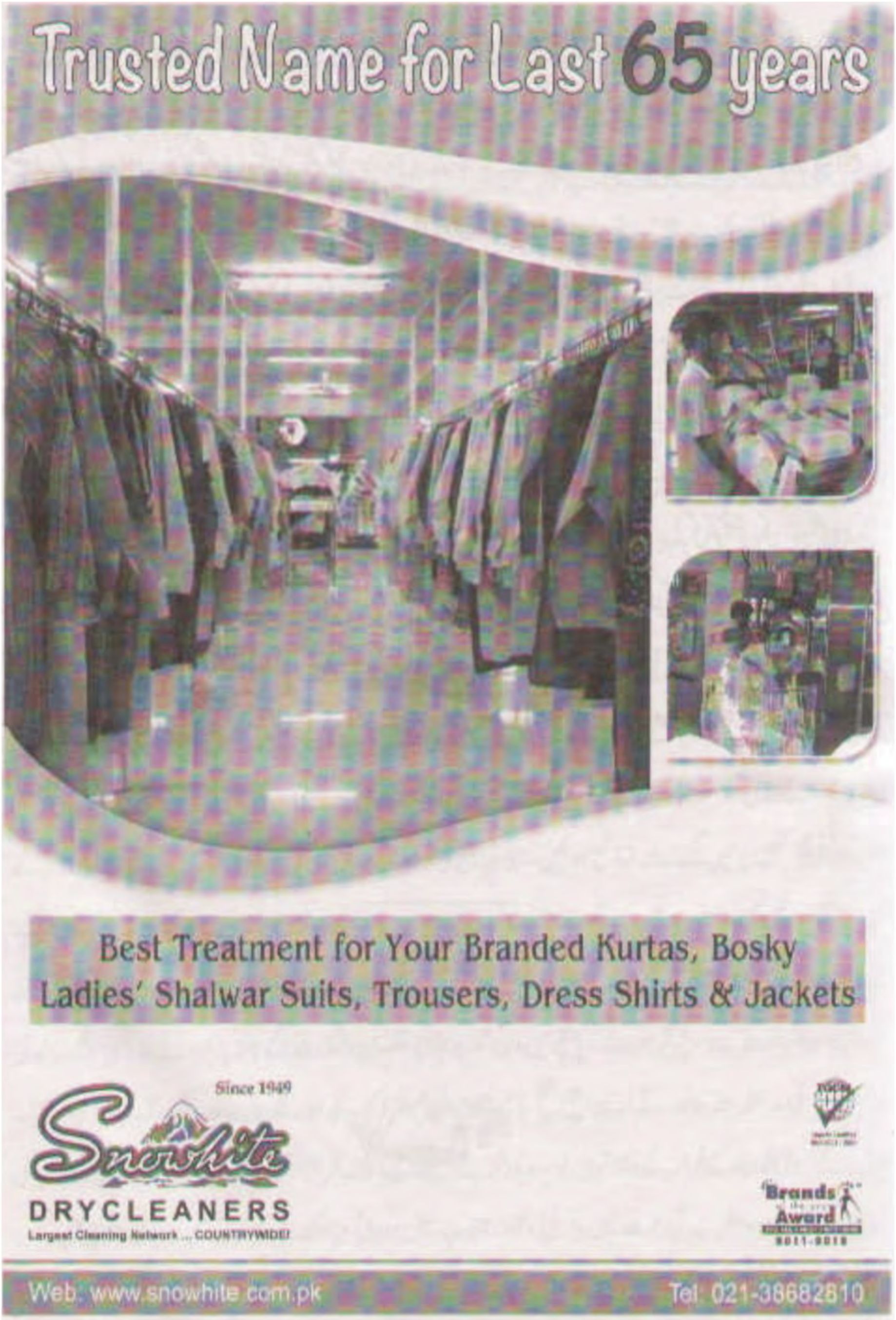
Trusted Name for Last 65 years
Best Treatment for Your Branded Kurtas, Bosky
Ladies' Shalwar Suits, Trousers, Dress Shirts & Jackets
Since 1949
Snowhite
DRYCLEANERS
Largest Cleaning Network ... COUNTRYWIDE!
Brands Award
Web: www.snowhite.com.pk
Tel: 021-38682810

Monthly
ISHRAQ
Lahore

May 2017
Vol.29 No.5
Regd. No. CPL- 183

Publisher : Javed Ahmad Ghamidi Printers : Qaumi Press, 50 Lower Mall Lahore

لئن شکرتم لازیدنکم
اگر شکر کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا (القرآن)

PRAISE BE TO ALLAH, LORD OF THE WORLDS

Ar-Rahman Campus-JHELUM
Outside Classroom Education
Inter-Campus Transfer
Sahi Campus-SHAHKOT
Al-Fajar Campus-LAHORE
Ghazi Campus-OKARA
Rehman Campus-GUJRANWALA
Pak Campus-LAHORE
Web Portal
Parent-Teacher Meetings
Harbanspura Classic Campus-LAHORE
Sialkot Campus-SIALKOT
Al-Miraj Campus-LAHORE
Sibling Discount
Sir Syed Campus-LAHORE
Capital Campus-ISLAMABAD
Ellahabad Campus-ELLAHABAD
Cantt Campus-GUJRANWALA
Ferozpur Road Campus-LAHORE
Raiwand Road Campus-LAHORE
Sargodha Road Campus-FAISALABAD
Farooqabad Campus-FAROOQABAD
Jhelum Campus-JHELUM
Marrium Campus-JOHARABAD
Spoken English
Character Building
Grace Campus-LAHORE
Gojra Campus-GOJRA
Lodhran Campus-LODHRAN
Bhimber Campus-BHIMBER
Shakargarh Campus-SHAKARGARH
Standardized Curriculum
Shalimar Campus-FAISALABAD
Sahiwal Campus-SAHIWAL
Entry Test Preparation
DC Road Campus-GUJRANWALA
Ali Pur Chattah Campus-ALI PUR CHATTAH
Al-Ahmad Campus-LAHORE
Bahawalpur Campus-BAHAWALPUR
Mock Assessment
Educational Insurance
Tulip Campus-LAHORE
Satellite Town Campus-GUJRANWALA
Bilal Campus-BHALWAL
Professional Development of Teachers
Zafarwal Campus-ZAFARWAL
Attendance by SMS
Concept-Based Teaching

150+ within 250 days
keep counting...

ALLIED SCHOOLS
Project of Punjab Group of Colleges

Allied Pre School
Allied School
Growing Together

Wapda Town Campus-GUJRANWALA
Exclusive Early Years Education
Burewala Campus-BUREWALA
Husnain Campus-SAMBRIAL
Bedian Campus-LAHORE
Peshawar Road Campus-RAWALPINDI
Gulshan-e-Ravi Campus-LAHORE
Samanabad Campus-LAHORE
Sadar Campus-LAHORE
Satellite Town Campus-RAWALPINDI
GT Road Campus-GUJRANWALA
Kamalia Campus-KAMALIA
Extra & Co-curricular Activities
Ar-Raheem Campus-DINA
Walton Campus-LAHORE
Johar Town Campus (South)-LAHORE
Merit Scholarships
Career-Path Counseling
Akbar Campus-VEHARI
Hyderabad Campus-HYDERABAD
Samanabad Campus-FAISALABAD
Chauburji Campus-LAHORE
Sargodha Campus-SARGODHA
Kamoke Campus-KAMOKE
Dunyapur Campus-DUNYAPUR
Peoples Colony Campus-FAISALABAD
Hafizabad Campus-HAFIZABAD
Chichawatni Campus-CHICHAWATNI
Wazirabad Campus-WAZIRABAD
Subhan Campus-PATTOKI
PECO Road Campus-LAHORE
Art, Craft & Music
Allama Iqbal Town Campus-LAHORE
International Standards
Peoples Colony Campus-GUJRANWALA
Kasur Campus-KASUR
Al-Fateh Campus-KOT ABDUL MALIK
Dinga Campus-DINGA
Johar Town Campus (North)-LAHORE
Kotla Campus-KOTLA ARAB ALI KHAN
Thana Campus-MALAKAND AGENCY
Ahmed Campus-RAHIM YAR KHAN
Faisalabad Campus-FAISALABAD
Muridke Campus-MURIDKE
Salaar Campus-RAWALPINDI
Swat Campus-SWAT
Lalamusa Campus -LALAMUSA
Madina Campus-FAISALABAD
Teaching through Animation
Fatima Campus-DASKA
Adyala Campus-RAWALPINDI
Taunsa Campus Campus-TAUNSA SHARIF
Oasis Campus-BAHAWALPUR
English Medium
Mumtaz Campus-MULTAN
Health & Hygiene Guidance
Rahim Yar Khan Campus-RAHIM YAR KHAN
Jalal Pur Jattan Campus-JALAL PUR JATTAN
Bukhtiyari Campus-LAHORE
Narowal Campus-NAROWAL
Jinnah Campus-NOWSHERA VIRKAN
Malakwal Campus-MALAKWAL
Sadiqabad Campus-SADIQABAD
DG Khan Campus-DERA GHAZI KHAN
Gujrat Campus (South)-GUJRAT
Mirpur Campus-MIRPUR AZAD KASHMIR
Playgroup to University Education
Quaid Campus-TOBA TEK SINGH
Model Town Campus-GUJRANWALA
Mandi Bahauddin Campus-MANDI BAHAUDDIN
Mouaz Campus-MANANWALA
Al-Ghaffar Campus-SARA-E-ALAMGIR
Chanab Campus-PARHIANWALI
Bhakkar Campus-BHAKKAR
Qila Didar Singh Campus-QILA DIDAR SINGH
Zalmas Campus-SHEIKHUPURA
Hujra Shah Muqeem Campus-HUJRA SHAH MUQEEM

Group Corporate Office, Allied Schools & Punjab Colleges 64-E-I, Gulberg III, Lahore - Pakistan. Ph: 042 35756357-58

www.alliedschools.edu.pk